

خَيْرُ الْمَقَالِ

فِي

تَرْجُمَةِ الْمُتَّقِدِّ مِنَ الضَّلَالِ

لِلْإِمَامِ الْإِسْلَامِ أَبِي حَامِدٍ مُحَمَّدٍ غَزْوَالِي رَحْمَتُهُ اللَّهُ عَلَيْهِ

جس کو

مولوی سید ممتاز علی صاحب مترجم چیف کورٹ پنجاب لاہور
نے

زبان عربی سے ترجمہ کیا

مع

حواشی مفیدہ از مترجم

۱۸۹۰ء

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون
۱	امام صاحب کے ایک دوست کا سوال در بارہ تحقیق مذہب
۲	اس کا جواب
۳	کل تذکرہ اولاد علی النضرہ
۴	امام بیہقی کی تعریف
۵	غسلی مراض کی بناء پر امام صاحب کو عالم معنیات کے باب
۶	میں شکوک پیدا ہوئے
۷	امام صاحب کے شکوک در بارہ عقلیات و نظریات
۸	غراب کی بناء پر کسی اور ادراک فوق البشر کا امکان
۹	شاید یہ ادراک صوفیہ کو حاصل ہوتا ہے
۱۰	یا شاید یہ ادراک بدالہوت حاصل ہو
۱۱	وہ ماہر ہم امام صاحب غسلی خیالات رکھتے تھے
۱۲	مذہبان حق کے چار فرقے
۱۳	تدوین علم کلام
۱۴	کتاب کلام میں احوال ترقیقات فلسفیانہ
۱۵	کسی علم پر حکمت پسینی کرنے سے پہلے اس میں کسل پیدا کرنا
۱۶	چاہئے

صفحہ	مضمون
۲۸	اہم صاحب تحصیل علم فلسفہ میں مصروف ہونے
۲۹	فلاسفہ کے تین اقسام ہیں
۱	۱۔ دہریت
۲	۲۔ طبیعیت
۳	۳۔ انشائیہ
۳۲	عقیدہ اولی سینا و ابن رشد فارابی
۳۵	فلسفہ کے چھ اقسام
۱	۱۔ ریاضی
۳۷	علم ریاضی سے دو آفتیں پیدا ہوئیں
۳۸	آفت اول یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسلام بحق ہوگا تو اس کی حقیقت فلاسفہ ریاضی دان پر متفق نہ رہتی
۳۹	آفت دوم: بعض جال خیر خواہان اسلام نے انکا علوم ریاضی کر کے اسلام کو دینام اور مخالف علوم حکیمہ شہور کیا
۴۱	۲۔ منطق
۴۲	توارد منطقی سے دین کو کچھ تعلق نہیں بلکہ انکے انکار سے خوف یا اعتقاد ہی ہے
۵۰	

صفحہ	مضمون
۵۱	۳۔ طبیعات
۵۲	بجز چند مسائل انکار طبیعات شرط دوم نہیں ہے
۵۳	۴۔ انبیات
۶۹	تین مسائل میں تکفیر واجب ہے
۷۵	(۱) انکار حشر اجساد
۷۶	(۲) باری تعالیٰ عالم بالجوہریت نہیں ہے
۸۱	(۳) عالم قدیم ہے
۸۲	دیگر مسائل میں تکفیر واجب نہیں
۸۳	۵۔ سیاست
۸۵	۶۔ علم اخلاق
۸۶	اس علم کا فائدہ کلام صوفیہ ہے
۸۷	استزاج کلام صوفیہ و فلاسفہ سے دو آفتیں پیدا ہوئیں
۸۸	آفت اول: ہر قول فلاسفہ سے بلا امتیاز حق و باطل انکار کیا گیا
۸۹	آفت دوم: فلسفہ کے بعض اقوال کے ساتھ چٹکے سے اقوال باطل بھی قبول کر لئے جاتے ہیں
۹۰	اہم صحابہ خیر اہل تعلیم کی تحقیق شروع کرتے ہیں

صفحہ	مضمون
۹۴	تعلیذ وقت کا حکم امام صاحب کے نام
۹۵	امام صاحب سے ہمیں اہل حق بنیادہ ہوئے کہ تردید چھٹین سے ان کے شبہات کی اشاعت ہوتی ہے
۹۶	مشبہ مذکورہ بالا کا جواب
۹۸	بعض حدیثات اہل تعلیم کا جواب
۱۰۶	امام صاحب کی تصانیف تعلیم غریب اہل تعلیم میں
۱۱۱	طریق صوفیہ کی تکمیل کے لئے علم اور عمل دونوں کی ضرورت ہے
"	امام صاحب نے توحۃ العقب و دیگر تصانیف شایخ عظام کا سلسلہ شروع کیا
"	صوفیہ کا مہجہ خاص ذوق و حال سے حاصل ہوتا ہے
"	امام صاحب سادات آخرت کے لئے دنیا سے قطع تعلق کرنا ضروری سمجھتے ہیں
۱۱۳	بغداد سے نکلنے کا عزم مشہور ہو گیا
۱۱۴	امام صاحب کی ننان بنہ ہو گئی اور وہ سخت بیمار ہو گئے
۱۱۵	امام صاحب سفر کر کے ہماز سے بغداد سے نکلتے ہیں
۱۱۶	امام صاحب کا قیام دمشق میں
۱۱۷	زیارت بیت المقدس
"	سفر حجاز

صفحہ	مضمون
۱۱۶	امام صاحب واپس وطن کو آئے اور گوشہ نشینی اختیار کی
۱۱۸	امام صاحب کو خلوت میں مکاشفات ہو گئے
۱۱۹	طہارت کی حقیقت
۱۲۰	حقیقت نبوت ذوق سے معلوم ہوتی ہے
۱۲۱	حقیقت نبوت کیا ہے
۱۲۲	خواب خاصیت نبوت کا نمونہ ہے
۱۲۵	سکون نبوت کے شبہات کا جواب
"	نبوت کا ثبوت اس عام اصول پر کہ امام ایک مکر ہے جس کا تعلق کل علوم سے ہے
۱۲۵	کسی خاص شخص کا نبی ہونا بذریعہ شاہد یا قیاس ثابت ہو سکتا ہے
۱۲۸	محض معجزات ثبوت نبوت کے لئے کافی نہیں
۱۳۰	ارکان و حدود شرعی کی حقیقت
۱۳۵	اسباب تصور اعتقاد
"	بعض متکلفین کے ادوام
"	امام صاحب نبوت ترک کرنے اور لوگوں کے عہدائے خیالات کی اصلاح کا ارادہ کرتے ہیں
۱۴۱	سلطان وقت کا حکم امام صاحب کے نام کہ نیشاپور جاؤ اور

مضمون

صفحہ	
۱۴۲	براعتقاد ہی کا علاج کرو۔
۱۴۳	امام صاحب ذی القعدہؒ ہجری میں نیشاپور پہنچے۔
۱۴۵	تحتہ ذکر اسباب فتور اعتقاد اہل اُس کا علاج۔
۱۴۶	ثبوت نبوت ایک مثال سے۔
۱۴۹	ایک، ائمہ اہل مثال۔
۱۵۰	ارکان احکام شرعی کی ترویج بذریعہ ایک تمثیل کے۔
۱۵۲	ہمارے کل مقتضات کی بناء تہجرات ذاتیہ پر نہیں۔
۱۵۴	مکتب ایمان یوحیہ و انطوائی طلاء اور اُس کا علاج۔
۱۵۶	خاتمہ۔
	بعض حواشی
۵۴	بحث خانہ اسباب علمی۔
۶۹	مسئلہ بشر اسباب۔
۷۸	مسئلہ حکمت علم ہادی تعالیٰ۔
۸۱	مسئلہ قیام عالم۔
۱۲۵	مقتضیات نبوت۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وسایح

امام مجتہد الاسلام ابو حامد محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اکابر علماء دین سے ہوئے ہیں۔ مشہور ہجری میں بمقام طوس پیدا ہوئے۔ اور مشہور ہجری میں انھوں نے رحلت کی۔ وہ اپنے زمانہ کے فاضل مجتہد اور جادوی علوم منقول و منقول تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے تطبیق بین المنقول والنقول کا طریق ایجاد کیا اور اُسکو کمال پر پہنچایا۔ کتاب المنقذ من الضلال امام صاحب کی تصانیف سے ہے جو انھوں نے آخر عمر میں بمقام نیشاپور اپنے انتقال سے کچھ عرصہ پہلے تحریر فرمائی۔ اگرچہ یہ نہایت مختصر ہی کتاب ہے۔ مگر اس میں مضامین ضروری مطالب اور مضامین اہم بیان کئے گئے ہیں۔ ایک خاص بات یہ کہ امام صاحب کی کسی تصنیف میں

میں نہیں پائی جاتی۔ اور صرف اسی تصنیف میں پائی جاتی ہے یہ ہے کہ اس میں امام صاحب نے اپنے خیالات کی مسلسل تسلسل بیان کی ہے۔ اور ان میں جو جو تبدیلیاں اور انقلاب وقتاً فوقتاً واقع ہوئے ان کا عبرت انگیز طریق میں ذکر کیا ہے۔ غرض یہ کتاب آئینہ ہے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے واردات قلبی کا جس ان لوگوں کو جو مستحق علوم و فنون کے شائق ہیں نہایت عمدہ نصیحت حاصل ہو سکتی ہے۔

نصیحت گوش جان کی کہ لعلِ دولتِ دوزخ۔ حیرانِ سادقہ پند پر دانا را
میں نے مناسب سمجھا کہ اس کتاب کا اردو زبان میں با محاورہ
سلیس ترجمہ کروں تاکہ خاص اور عام اس سے فائدہ اٹھا سکیں
لھذا یہ کام ادھر پہنچاؤں لعلِ دولتِ دوزخ میں ختم ہوا +

امام صاحب نے اپنے فائدہ کے علاوہ ان کے طریقِ عمل اور
لوگوں کے فتور اعتقاد وغیرہ کی السبت بعض ایسے امور تحریر فرمائے
ہیں جو اس فائدہ کے حالات سے مشابہ ہیں یا بالکل تغیر ان پر
مطلق ہو سکتے ہیں۔ میں نے ایسے مقامات پر حواشی لکھے ہیں جن
میں بتایا ہے کہ یہ امور اس فائدہ کے حالات پر کس طرح مطلق
ہوتے ہیں۔

امام صاحب کے حالات سے جو اس کتاب میں صحت میں معلوم
ہوا ہے کہ ان کو ابتدائے علم و فلسفہ سے سخت مضرت پہنچی تھی اور

ان کی حالت نہایت خطرناک ہو گئی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل
سے ان کی شکلات آسان کر دیں اور ان کو ایسی ہیئت بخشی کہ
وہ باعثِ ہدایت بن گئے۔ اور قبولیت عام نے ان کو احاطہ
حجۃ الاسلام کا لقب دیا۔ چونکہ امام صاحب فلسفہ کے ہر ایک اثر
کا ذاتی تجربہ حاصل کر چکے تھے اس لئے یہاں تک ان کے نہیں ہیں
تھا انہوں نے مسلمانوں کو اس کی آفات سے ڈیلا اور توبہ و نصیحت
اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد قرار دیا۔ یہ جو شخص درجہ غلو تک پہنچ گیا تھا

اور کہہ کر نہ پوچھتا۔ بلکہ فلسفہ کے نہریلے اثر سے امام صاحب نے
عینہ عالم کے خیالات مذہبی محفوظ نہ رکھے تو عوام الناس کی نیت
کیا کیا اندیشے تھے جو نہیں ہو سکتے تھے۔ اور ایسے شخص کے دل
میں جو محبت اسلام سے سرشار ہو اور فطرت اسلام کے اعلیٰ ترین
عبادت سمجھتا ہو فلسفہ کی طرف سے کیا کیا بغض و بدگمانیاں
جو پیدا نہیں ہو سکتی تھیں؟ غلامِ عباسیہ کا دور حکومت تھا۔ لوگوں
کی طبیعتیں فلسفہ و حکمت کے ذوق و شوق سے لبریز ہو رہی تھیں
اور اس فائدہ کی مجالیں علمی اور فکری میں بھی سکھت و فلسفہ
کے چرچے رہتے تھے۔ غرض کہ فائدہ کا عام میلان شیخ حکمت و فلسفہ
کی طرف معلوم ہوتا تھا۔ امام صاحب جو خود اپنے نفس پر احاطہ
کے میں متاثر اور ان کا تجزیہ کر چکے تھے۔ اس حالتِ فائدہ
کو دیکھ کر نہایت سوسائے ہوئے تھے۔ آخر انہوں نے یہ بیان کیا

بات کی کہ جن عظیم شان ہم کو وہ اٹھے ہیں وہ ایک جیہ شخص کا کام نہیں ہے ترقی فلسفہ کا بیلا اٹھایا اور صرف قرآن مجید کی قوت پر مجبور کر کے تمام اعلیٰ دنیا سے جنگ کیا۔ امام صاحب نے اہل اسلام کے دلوں کو غلبہ سے بےزار کرنے کے لئے اور اُس کی نفرت جن کے دلوں میں بٹھانے کے لئے صوفیوں کی ترقی کا کافی پیشین بھیجو غلامیہ اسلام کے برصافات تھے۔ جو انھوں نے کوئی پہلو جس سے فلسفہ کی مخالفت واجب یا واجب ممکن معلوم ہوتی تھی۔ اختیار کئے بغیر چھوڑا۔ چنانچہ امام صاحب کی کتاب تہافت الفلاسفہ کے ملاحظہ سے واضح ہوگا کہ انھوں نے جس ایسے مسائل میں بھی جو خود اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہیں محض اس بنا پر مخالفت کی ہے کہ وہ مسائل کو فی نفسہ صحیح ہیں اور دلائل فلسفہ سے اُن کا ثبوت ناممکن ہے۔ جس سے اس وجہ کا منجھتا عاد ہو تو ایسی ذلت میں کسی صاحبِ ماباز ہو جاتا جیسا کہ ہے جو بے شک غلط فطرت انسانی ہر انسان کو پیش آتا ہے۔ چنانچہ امام صاحب بھی کہیں کہیں اس کتاب میں فلسفہ کی ذلت میں حدِ مناسب سے عجاوہ کر گئے ہیں۔ میں نے حاشی میں ایسے اختلاف پر گزرت کی ہے۔ مگر حاشا کہ مجھ کو امام صاحب کی تحریر پر اس قسم کی بحث چینی کرنے سے اُن کی شان میں کسی طرح سے سزا دینی کرنا یا اُن کی تحقیق کی نسبت استغناء کرنا یا اپنی نمود منظور ہونے میں خود اُن کی تصانیف کا

خوش چین ہوں۔ اور اُن کو اپنا مقتدا و پیشوا جانتا ہوں۔ بعض اور میں جو میں نے امام صاحب سے اختلاف رائے کیا ہے وہ اس قسم کا ہے کہ اگر امام صاحب اس وقت زندہ ہوتے اور اُن اور پر غلبہ سے دل سے غور کرتے تو وہ یقیناً اُن رائے کو بدلتے۔ اس مختصر سی تحریر میں امام صاحب کے حالات زندگی بیان کرنا بے مروت ہے۔ اگر حیات ستمدار باقی ہے۔ تو انشاء اللہ ہم سیرۃ الغزالی بلاشبہایا علیحدہ لکھیں گے۔ فقط +

العبد الذلیل

محمد صالح

ترجمہ پروفیسر

لاہور

۱۹۶۰

۱۹۶۰

۱۹۶۰

۱۹۶۰

۱۹۶۰

۱۹۶۰

۱۹۶۰

۱۹۶۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب تعریف اللہ کو دینا ہے۔ جس کی ستایش ہر ایک تحریر و تقریر کا آغاز ہے اور مدد ہو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو صاحب نبوت و رسالت کے ہیں اور ان کی آل و اصحاب پر جنہوں نے نبوت کو چاہتے ہوئے گمراہی سے بچاؤ دیا۔

اہم صاحب کے ایک دست ۷ سال درجہ متعین حسب

تجوید علوم کے مولانا صاحب کی کتب میں

ماہین اور مصوبات ظاہر کروں۔ اور تجوید کو اپنی سرگزشت سناؤں۔ کہ میرے مختلف فرقوں سے جن کے دل اور طریق ایک دوسرے سے متناقض تھے۔ حق بات کو کھل چکر اختیار کیا اور تقلید کے گڑھے سے نکل کر کتب آج بصیرت پر پونہنے کی جڑات کی۔ اور اول علم کلام سے کیا کیا استفادہ کیا اور ثانیاً اہل تعلیم کے طریقوں پر جن کے نزدیک۔ اور اہل حق صرف تقلید امام پر موقوف ہے کفہ حادی ہوا اور ثانیاً علم فلسفہ کی کیا کیا برائیاں ظاہر کریں اور سب سے آخر کس طرح طریق تصوف

مجھ کو پسندیدہ ترین نظر آیا۔ اور اقبال خلعت کی بے انتہا تعظیم میں مجھ کو کی حق الامر معلوم ہوا۔ اور وہ کونسا امر تھا جو باوجود اس امر کے کہ بعد از اس عزت سے طلب تھے مجھے بشارت تعلیم سے منع آیا۔ اور جسکی وجہ سے بعد عرصہ دراز میں نیشاپور واپس جانے پر مجبور ہوا۔ سو میں اس امر کو معلوم کر کے کہ تیری برصفت صادق ہے تیرے سول کا جواب دینا ہوں اور اللہ سے ہمدانگہ کر اور اس پر بھروسہ کر کے اور اس سے طلب توفیق کی اپنا کر کے آغاز سخن کرتا ہوں۔

جواب جانا چاہیے۔ خدا تعالیٰ شکوہ ولایت بختیہ اور اتباع حق کے لئے قلب سلم عطا فرماوے کہ اختلاف خلعت در باب دین و وقت اور پھر اختلاف امت در باب مذہب جس سے بے شمار فرقے اور متناقض طریقے پیدا ہو گئے ہیں ایک دیکھے عین ہے۔ جس میں بہت لوگ غرق ہوئے ہیں۔ اور بہت ہی کم ہیں جو اس سے سلاست لگے۔ اور ہر فرقہ کا یہی دعو ہے کہ ہم ہی ناجی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ

مَا لَكُمْ بِخَيْرٍ فَخُذُوا - اسی تفرقہ کی نسبت خبر صادق حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ قریب ہے کہ میری امت کے بیشتر فرقے ہوباشا بن گئے۔ جن میں سے صرف ایک فرقہ ناجی ہوگا۔ پس یہ وعدہ اب پورا ہوتا نظر آتا ہے۔ ابتدائے شباب سے بے یقین رہا مگر پخت سے جبکہ میری عمر ابھی بیس سال کی بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس وقت تک کہ اب بیس سال پر اس سال سے تجاوز ہوا میری ہمیشہ یہ عادت رہی ہے کہ میں اس دریاہ عمیق کے سیدھا میں بے دھڑک گھٹا اور اس کے گہرے گہرے اور خطرناک سمات میں نہریک پڑدوں کی مانند نہیں بلکہ ٹپے دل پے لوگوں کی طرح غوطہ کھاتا ہوں۔

ہر ایک کی رہنمائی جاؤ حشمت تھا اور ہر مسئلہ پر لائحہ عمل تھا ہر مسئلہ میں جیدگی کو نظر ثانی کیا اور ہر فرقہ کے عقیدہ کی جستجو میں رہتا اور ہر فرقہ کے مذہب کے اختلافات نکال کر کیا کرتا تھا کلاسی باطلان اور مذہب اور بدعت میں تمیز کر سکوں کوئی اہل ایمان میں بڑے ایسا نہیں چھوڑا کہ اس کے اسرار پر مطلع ہونے کا مجھ کو شوق نہ تھا ہوا۔ اور کوئی اہل حق میں سے ایسا نہیں رہا کہ اس کے علم کی حامل معلوم کرنے کا میں نے اندازہ نہ کیا ہو۔ کوئی غشی نہیں جس کے فیصلہ کی حاجت سے واقف نہ رہے گا میں نے قصد نہ کیا ہوا اور کوئی اہل کلام ایسا نہیں جس کی تعزیر اور عقاب کے انجام پر مطلع ہونے کی میں نے جدوجہد نہ کی کہیں ہر ایک صوفی کے اسرار و تصوف پر واقف ہونے کے حوصلے نہ تھا۔ ہر ایک عابد کی نسبت میں یہ سوچتا تھا کہ اس کی عبادت کا مال کیا ہوگا۔ اور ہر ایک فقیہ مسئلہ کی نسبت میں یہ جستجو کیا کرتا تھا کہ وہ کیا اسباب ہیں جس سے لے اللہ تعالیٰ کی صفات و صفات سمجھتی میں مبالغہ کرتا ہے وہ تشناہ مذہب پیدا

مذہب میں ہر مذہب کے عقیدہ و تصدیق میں مبالغہ کرنے سے بچنا ہوا ہے۔ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہم کی رحمت سے بہنو ہے۔ وہ نہ عالم میں اہل ہے نہ اس سے عاجز۔ نہ دنیا

اس کی تدبیر اور مسئلہ جس کی برکت ہوئی ہے۔ حقائق اس کی اولیٰ میں مشتمل ہے پیاسا تھا۔ ابتداء عمر سے یہ شوق میرے دل میں گھیا تھا اور خدا تعالیٰ نے میری فطرت اور شہرت میں یہ بات رکھ دی تھی کہ جبر پھر کسی قسم کا میں اور اختیار نہ تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں کے مذہب کے قریب ہی رابطہ عقیدہ مجھ سے چھوٹ گیا۔ اور عقیدہ سوریہ دل میں گھل گیا۔ میں نے دیکھا کہ نصائے کچھ بچوں کا نشو و نما ہوتا ہے نصرائی پر ہی جاتا ہے اور یہودی کے بچوں کا نشو و نما اسلام پر ہوتا ہے یہودیت پر ہوتا ہے۔ اور مسلمانوں کے بچوں کا نشو و نما اسلام پر ہوتا ہے میں خود حدیث بھی سنی ہوئی تھی۔ جو رسول خدا وسلم سے ہیں مفسرین ہدی ہے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اس کو یہودی یا نصرائی یا یہودی بنا لیتے ہیں۔ پس میرے دل میں عالم ہے وہ دونوں عالم۔ دہس کے پاس سے کوئی شے آسکتی ہے۔ نہ اس کے پاس کوئی شے پاسکتی ہے۔ نہ اس کا قریب ملک ہے نہ اس کا دیدار۔ اس مذہب کے عقیدے میں اہل حق و محمد و اہل عقل کا فرق معلوم ہوتا ہے۔

مذہب حق یہ ہے کہ ذکر و ثبات صفات میں اس قدر غور کرنا چاہئے کہ نسبت میں قرب پہنچ جائے اور نہ تمیز و تفریق میں اس قدر وقفات نہ کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو عدم محض ہی تصور کیا جائے۔ مذہب عین سادہ و سادہ یعنی سادہ یعنی ثبات یا تغیر و متنوع یا تسلسل و تدریج۔

میں نیز کراں جن کی ابتداء احمد تعلقات سے ہوئی ہے اور جن کی

پرکھتے ہیں؟

پہلا امر نہایت صاف ہے۔ جن علماء کی رائے ہے کہ آیت مذکورہ ۱۰ میں لغت سے مراد دین اسلام ہے۔ جیسا کہ قاضی بیضاوی نیز کی رائے ہے تو وہ فہرست سید صاحب کے ہمارے اس امر میں متفق الگ ہے کہ الفطرۃ جو الاسلام پس اس آرمض دیگر علماء کی رائے اس کے خلاف بھی چوتھ بھی ہر حال یہ تسلیم کن ہوگا کہ قول مذکورہ ۱۰ کا پتہ جو کوئی قول جدید نہیں ہے +

۱۱۔ دوسرا جو بیٹے اسلام ہو الفطرۃ اس کی نسبت صرف اس قدر کہنا کافی ہوگا کہ اگر اسلام اور لغت میں بائین سے تسادق کی ہے تو اس جہ اور پہلے جہ میں کچھ فرق نہیں ہے۔ لیکن اگر مفہوم لغت پر نسبت مفہوم اسلام عام ہے جیسا کہ سید صاحب پر اعتراض کرتے دالوں کا خیال ہے تو مراد اعتراض زیادہ تر پہلا جہ ہے یعنی الفطرۃ جو الاسلام۔ جب ہمارے علماء متعین سے اس قول کے امتیاز کہنے میں تامل نہیں کیا تو یہ کہنا کہ الاسلام جو الفطرۃ بطریق اولیٰ درست ہے۔ فیما قالہ لغز الاسلام حق و علیہ اعتقادی +

بعض اس امر کے کہ ان لغت اقوال میں تعلیق ہی بخائے ششہ اختلاف پر خود کرا ضرور ہے۔ کچھ شک نہیں کہ یہ اعتقاد اس اعتراض سے بچنے کے واسطے کیا گیا ہے جو لغت سے دین اسلام ملا لینے کی صورت میں وارد ہوتا ہے۔ متعرض کہ اس کے کہ اگر انسان کے بچہ کو اپنی ہیئت پر چھوڑ دیا جائے اور اسے کسی خاص مذہب کی تعلیم نہ کی جائے تو اس کا کوئی مذہب نہ ہوگا اور وہ ہرگز مسائل مذہب

وہ سے تیز حق و باطل میں اختلافات ہوتے ہیں۔ پھر میں نے اپنے

۱۲۔ وصلاً سب دین اسلام اپنے ذہن سے اختراع نہ کر سکا۔ پس یہ کہنا کہ صحیح ہے کہ انسان دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور والدین کی تعلیم سے وہ دیگر مذہب شیعہ یہودی یا عجمی یا نصرانی اختیار کر لیتا ہے +

اس اعتراض کے خوف سے اور یہ یقین کر کے کہ فی الواقع بچہ دین اسلام پر پیدا نہیں ہوتا ہمارے علماء نے طبع طبع کے سبک اختیار کئے ہیں جتنی سے کہنا کہ لغت سے مراد حدیث حق ہے کسی نے کہا کہ لغت سے قبول حق کی عام استعداد مراد ہے کسی نے توحید کہا۔ کچھ شک نہیں کہ ہمارے علماء نے اختلاف کرتے وقت مدلل کلمہ اسلام پر کافی غور نہیں کی۔ ہم مسلمانوں کے مفید کے مطابق دین اسلام وہ دین ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کا دین تھا۔ ایسے اسلام وہ دین ہے جو ابراہیم و اصفیٰ و یسوع و موسیٰ و عیسیٰ اور قائم اہل بیتین حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام علیہ وسلم کا دین تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر ان انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں پر تفہیل نکر کی جائے تو پہل شریعتوں اور شیخ محمدی میں بہت تفاوت معلوم ہوگا اور پہلی شریعتوں میں بھی اختلافات ملیں گے۔ باوجود اس کے جب ہم مسلمان سب انبیاء کے دین کو دین اسلام قرار دیتے ہیں تو بالکل ظاہر ہے کہ اسلام سے مراد اس قدر شریعت ہے جو جمیع انبیاء علیہم السلام کے بیان میں ملا جلا ہے اور یہ ہے کہ انسان مخلوق ماضی مطلق و شریعت لاکہ ہستی اسکا اور انسان اور تصدیق بالنبی کہہ اور کسی کو اپنا مسودہ مطلق کہے۔ یہی اسلام ہے جن کی ابراہیم و اصفیٰ نے حق تعالیٰ سے تمنا کی تھی کہ تمہارا پیغام لکھیں

دن میں کہا کہ جب سب سے اول مجھ کو حقایق امور کا علم مطلوب
لَکَ وَنَ کَیْفَ اَنْتَ مُشَوَّلٌ لِّکَ اِی یٰن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس ارشاد
خداوندی میں اَرْکَ لَکَ بِرَبِّکَ اَسْأَلُکَ اَلَا اَسْأَلُکَ لِیَرْکَ اَلْخَلِیْقَیْنِ۔ اسی میں کے
انتہار کرنے کی حضرت ابراہیم اللہ یغوث نے اپنے بیٹوں کو وصیت فرمائی تھی۔ کہا
قَالَ اَللّٰهُ قُلْتُ وَوَحٰی بَعَا اِبْرٰهٰمَ بِبَنِیِّہٖ وَیَقُوْبَ یٰ اَبٰی اَنْ اَللّٰهُ اَنْطَہُ لَکُمُ
الْبَنَیْنِ فَلَا تَشُوْنَ لَکُمْ وَ اَنْتُمْ مُشْرِکُوْنَ اَمْ اَنْتُمْ کٰفِرُوْنَ اَوْ اَنْتُمْ کٰفِرُوْنَ
اَلْوَحٰی اَوْ قَالَ لِیَقْبِیْہِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِیْ۔ قَالَ اَنْتُمْ اَصْبَدُ اَعْبَدْتَ وَ اَللّٰہُ
اَبَاکُمْ اِبْرٰهٰمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰہًا وَّاحِدًا وَ تَحْنُ لَکُمْ مُشْرِکُوْنَ
پس صمد واحد پر نہ تھا صفات ایمان لانا اصل اسلام ہے اور اسی واسطے سے
انتہار کا دین اسلام کہا جاتا ہے۔ ہذا اُن کی شریعتیں اُن میں ملت تھیں۔ مگر اب
اس دعوت کے خاتمہ تالی فرمایا ہے اَمْ تَعْبُدُوْنَ اَنْ اِبْرٰهٰمَ اَیْمَنَہُ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ
اِسْحٰقَ وَ یَقُوْبَ وَ اَلْاَسْبَاطَ کُلًّا مُّوْحٰدًا اَوْ اَصْحٰبًا۔ پس بے شک اس حدیث
شریف میں جہاں فرمایا کہ ہر پچھ ظہر پر ملتا ہوتا ہے اور اُن آیت میں جہاں
دین کو غفلت سے تعبیر کیا ہے غفلت سے مراد خواہ حدیثی ہو۔ خواہ اُردو روایت
خواہ توحید۔ سب اسی اصل اسلام کے اُتار کے مختلف طریق ہیں اور
کچھ شک نہیں کہ خداوند تعالیٰ کی ہستی کو قائل ہونا اہل مشرک و حدیثی یقین
کا نشانہ ہے۔ ایک ایسی نظریہ ہے۔ جن لوگوں کو آیت و حدیث مبارکہ پر
پر تشبہ ہوا ہے انہوں نے اسلام سے ملا دین ہماری بھی ہے حالانکہ مذہب اسلام
اُس سے اہم ہے۔ اعتبار وضع مذہب استعمال قرآن مجید ہر مہتری مسلمان ہے

ہے تو ضرور ہے کہ حقیقت علم معلوم کہائے۔ پس مجھ کو معلوم ہوا کہ
عمر بنی کی تردید علم یقینی وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے سلامات کا ایسا
اختلاف ہو جاوے کہ اُس کے ساتھ کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے۔ اور
غفلتی اور وہم کا اسکا بھی اُس کے پاس نہ پھیلنے پائے۔ اور اُن کی
کے احوال کی دل میں گنجش ہی نہ رہے۔ بلکہ غفلتی سے غفلت نہ گئے
ساتھ اس قسم کا یقین ہو کہ اگر کوئی شخص اُس کے احوال کے لئے مشا
وہ دھوکے کرے کہ میں پتھر کو سونا کر دیتا ہوں یا دھنسی کو سانس کا دیتا
ہوں تو اس امر سے بھی کوئی شک یا انکار پیدا نہ ہو سکے۔ کیونکہ جب
میں نے یہ بات جان لی کہ دس زیادہ ہوتے ہیں تین سے تو اب اگر
۱۰ ہر مسلمان غمخیز نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابراہیم کی ہمت مسلمان تھی مگر ابراہیم
مسلمان نہ ہو سکتا۔ علی بن ابی طالب کی ہمت سوسے مسلمان تھی۔ اور
۱۱ ہم خاتم النبیین کی ہمت عمری مسلمان کہاتے ہیں۔ آج چھوڑنا ہوتا ہے خدا
موجود علی علیہ السلام نے تعلیم اسلام کا ہر آدم و انکس فرمائی اس لئے
علی سبیل تبلیغ یا علی سبیل ارفاق اس مسلمان دہی کہتے جاتے
ہیں جو دین عمری کے پیرو ہیں +

چند صدی کے راجہ مسلمان۔ توں وقت جزیرے مسلمان
مگر جہاں مذہب انسان کے غلری دین کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ وہاں
یقیناً اسلام۔ مگر اہم ہے نہ یہی دین عمری جو عموماً بطور مزاح ہوتا ہے
کہی جاتا ہے۔ (مترجم)

کوئی اگر مجھ سے کہے کہ نہیں بلکہ تین زیادہ ہوتے ہیں۔ اور انکی دلیل یہ ہے کہ میں اس لاشی کو سانپ بنا دیتا ہوں چنانچہ اُس نے بتا بھی دیا۔ اور میں نے یہ امر شاہد بھی کر لیا۔ تب بھی اس شاہدہ سے میں اپنے علم میں کچھ شک نہیں کرتے گا۔ البتہ مجھ کو اس امر سے ہرگز تعجب لاحق ہوگا کہ اُس شخص نے کس طرح یہ کام کیا۔ لیکن شک میرے علم میں ذرا بھی نہیں آئے گا۔ پس مجھ کو معلوم ہوا کہ جس چیز کا اس طرح علم نہیں ہے اور جس چیز پر میں اس طور سے یقین نہیں رکھتا ہوں اُس علم پر کچھ اعتماد نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے علم کے ذریعہ سے غلطی سے محفوظ رہنا ممکن نہیں ہے اور جس علم سے غلطی کی حفاظت نہ ہو وہ علم یقینی نہیں ہے۔

اقسام مضبوط و انکار علوم

غالبی حواس کی بنا پر امام
صاحب کو عالم محسوسات
کے باب میں شک و شبہ پیدا ہوا
جب سب طرف سے دیکھی ہو گئی تو یہی ٹھیکہ کہ بجز اس کے اور کچھ
توقع نہیں ہے کہ جو امور بالکل صاف ہیں اُن ہی سے امور مشابہ
افتد کیا جائے۔ اور وہ صاف امور وہی محسوسات اور بدیہیات ہیں۔
اس لئے ضرور ہے کہ اول ہی مستحکم قرار پاویں تاکہ یہ معلوم ہو سکے

محسوسات پر جو میرا اعتقاد ہے اور بدیہیات میں غلطی سے محفوظ رہنے کا یقین ہے وہ اُسی قسم کا تو نہیں ہے جو قبل انہیں اور تعلیمی میں تھا۔ یا جیسا اکثر علوم الناس کو امور عقلی میں ہوا کرتا ہے یا یہ عقلی سے محفوظ رہتا پختی قسم کا ہے۔ جس میں کوئی دھوکا اور شک و شبہ نہیں۔ پس میں محسوسات اور بدیہیات میں کسی غلطی کے ساتھ غور کرتا اور اس بات کو سوچا کرتا تھا کہ دیکھوں میرے دل میں ان امور کی نسبت بھی شک پیدا ہو سکتا ہے۔ آخر سوچتے سوچتے شک لے لے علم حس کے پڑنے والے معلوم کریں گے کہ فرائض کے مشورہ عقلی دوسے کھٹ کر جس نے مسائل و نہیات کی تحقیق میں انقلاب مفہم پیدا کر کے فلسفہ جدید کی با ڈال عالم ادبی کے دور انقلاب کے باب میں بینہ اسی قسم کے خیالات پیدا ہوئے تھے۔ اس حکم نے ہی اپنی تحقیق کا امتداد اس طرح کیا تھا کہ جو امور بدیہیات سے نہیں ہیں وہ اُن پر چرچہ یقین کر کے گا۔ چنانچہ اُس نے بھی امام صاحب کی طرح شک و شبہ کو یہاں تک دخل دیا کہ آخر اُس کو حواس خمسہ کا تجربہ و دانش پر بھی دقت نہ رہا۔ خیال کیا گیا ہے کہ اگر امام غزالی کی تصنیفات اُس کے زمانہ تک فرائض میں پہنچی ہوتیں تو یقیناً یہی سمجھا جاتا کہ دوسے کاٹ کے فلسفہ کا مائدہ تحریرات امام غزالی ہیں۔ مگر دوسے کاٹ امام صاحب کی طرح گلہ کرنے والا شخص نہ تھا۔ اپنے اصول پر نہایت استقامت و استقلال سے قائم رہا اور نہایت خوشحالی سے اُس نے عالم ادبی کا وجود ثابت کیا۔ دوسے کاٹ بنے سوچا کہ کیا کوئی ایسی شے ہے جس کی نسبت شک و شبہ کی بالکل گنجائش نہ ہو۔ اُس نے ہر طرف نظر

نے اس قدر طول کھینچا کہ میرے دل کو اس بات کا بھی یقین نہ رہا کہ
موسسات میں بھی عقلی سے بچ سکتے ہیں۔ میرا یہ شک در باب محبت
بڑھتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ موسسات پر کس طرح اعتماد ہو سکتا ہے؟
دیکھو سب سے قوی قوت بینائی ہے مگر اس کا بھی یہ حال ہے کہ وہ
سایہ کی طرف دیکھتی ہے تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ٹھیکرا ہوا
ہے نہا نہیں اور اپنی حرکت کا حکم دیتی ہے۔ لیکن ایک ساعت کے
دوڑائی مگر کوئی ایسی شے نظر نہ آئی۔ پھر اس نے خیال کیا کہ اس کا شک
در باب دہر عالم مادی صرف اس صورت میں ٹھیک راست ٹھیکر سکتا ہے۔ جب
اس کو کم و بیش اس شک کے دہر کی نسبت کوئی شک نہ ہو۔ اس طرح پر اس نے
سب سے اول اپنے شک کا دہر یقین ٹھیک کیا مگر شک ایک قسم کا
خیال ہے اور خیال کے لئے ذہنی خیال کا ہر ضرور ہے اس لئے دہر شک
سے اس کو دہر نفس ذہن کا بھی قائل ہونا پڑا۔ پھر بتدیج نفس ذہن سے
استعمال کرتے کرتے دہر ہادی قائل ثابت کیا۔

ام غرضی صاحب فلسفہ تفریق میں نے کلاں سے کسی طرح پر کم نہ تھے
مگر اللہ تعالیٰ کی عزت اور اس کی توحید کا یقین اور خشیت اللہ جو اس عزت
و یقین کا فردی نتیجہ ہے ان کے دہر میں اس طرح ہوا تھا کہ وہ کلاں بھر کے
لئے فرض حال کے طور پر بھی اس سے انکار کے متعلیٰ نہہر سکتے تھے اس لئے وہ محنت
اندرگھاس کا انکار کر کے اور اس کے غلوک نتایج دیکھ کر محنت گھیرنے اور نہت فرض یک ذہن
پر پہنچی۔ مگر انھوں نے جلد دین کے مستحکم نقطہ میں پناہ لی۔ (مستمر)

بد اس کو تجربہ اور شاہد سے معلوم ہوتا ہے کہ سایہ متحرک ہے۔ گو یہ
حرکت یک سمت و دفعہ نہیں بلکہ بتدریج و رفتہ رفتہ ہوتی ہے۔ یہاں تک
کہ کسی وقت بھی اس کو حالت سکون نہیں ہوتی۔ پھر ستاروں کو دیکھو
وہ دیکھنے میں نہایت چھوٹے چھوٹے اشقی کے برابر نظر آتے ہیں۔
لیکن وہ اپنی جہت سے ثابت ہوا ہے کہ ایک ستارہ مقدار میں اس
زمین سے بھی بڑا ہے۔ غرض کہ اس قسم کی اور بہت سی شےیں موسسات
کا ہیں جن میں حواس اپنے احساس کے وسیع ہوتے کا ثمر دیتے ہیں۔ مگر
عقل اس علم کی تکذیب کرتی ہے اور حواس پر غیبت تکذیب کا ایسا الزام
لگاتی ہے جس کا کوئی جواب بن نہیں پڑتا۔

ام صاحب کو قضیات و بس یہ حال دیکھ کر میں سمجھا کہ موسسات سے تو اعتماد
نکرات کے دپ ہیں مگر اور شاید اگر اعتماد ہو سکتا ہے تو بجز عقلیات
شوک پیدا ہوتے۔ کہ جو امور فطری ہیں انہیں کسی پر نہیں ہو سکتا۔
مثلاً یہ کہنا کہ عقل یقین سے زیادہ ہیں یا یہ کہنا کہ نفس اور شہوات ایک
شے میں جمع نہیں ہو سکتے اور ایک ہی شے حادث و قدیم یا موجود و
معدوم یا واجب و محال نہیں ہو سکتی۔ مگر محسوسات نے کسا تجھ کو کس طرح
نقل ہے کہ امور عقلی پر تیرا اعتماد کرا دیا ہی نہیں ہے جیسا تیرا اعتماد
محسوسات پر تھا؟ سمجھو کہ ہم پر وثوق کامل تھا مگر حاکم عقل آیا۔ اور
اس نے ہماری تکذیب کی۔ لیکن اگر حاکم عقل نہ ہوتا تو تو ہماری تصدیق
پر پرستور قائم رہتا۔ کیا تعجب ہے کہ علاوہ اور انک عقل کے ایک اور

ایسا حاکم ہو کہ جب وہ تشریف لائیں تو عقل نے جو حکم کئے ہیں اس میں وہ جھوٹی ہو جاوے۔ جیسے کہ حاکم عقل کے آئے سے اس اپنے حکم میں جھوٹی ہو گئی تھی اور ایسے ادلک کا اس وقت معلوم نہ ہوتا اس امر کی دلیل نہیں جو سکتا کہ ایسا ادلک حاصل ہوتا محال ہے۔ پس میں اس بات کے جواب میں کچھ غور و مہم نہ ہوا۔ اور حالت خواب کی وجہ سے خواب کے بارے پر کسی نے ان کا اشکال اور یمن زیادہ ہو گیا۔ میرے دل نے ادلک لائق پہل کا امکان کہا کہ کیا تم خواب میں بہت سی باتیں نہیں دیکھتے اور بہت سے حالات خیال نہیں کرتے اور ان کو ثابت و موجود یقین نہیں کرتے؟ اور حالت خواب میں ان پر ذرا بھی شک نہیں کرتے؟ پھر جب جاگتے ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ قصاصے وہ تمام خیالات اور مشاہدات بے اصل و بے بنیاد تھے۔۔۔ اندیشہ کس طرح منع ہو سکتا ہے کہ بیداری میں جن امور پر تم کو بذریعہ حواس یا عقل کے اعتقاد ہے ممکن ہے کہ وہ صرف تمہاری حالت سوجود کے لحاظ سے صحیح ہوں لیکن ممکن ہے کہ تمہارے ایک اور حالت طاری ہو جس کو تمہاری حالت بیداری سے وہی نسبت ہو جو اب تمہاری حالت بیداری کو حالت خواب سے ہے اور تمہاری بیداری بیداری اس کے لحاظ سے بمنزلہ خواب ہو۔ پس جب یہ حالت وارد ہو۔ تو تم کو یقین آوے کہ جو کچھ میں نے اپنی عقل سے سمجھا تھا۔ وہ محض خیالات و محال تھے +

نہایت درجہ اسلوب کو کمال ہوتا ہے
کیا محب ہے کہ یہ حالت وہ ہو جس کا مصروف

لگ دعویٰ کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ گمان کرتے ہیں کہ جب ہم اپنے نفسوں میں غلط فہمی ہوتے ہیں۔ اور اپنے حواس ظاہری سے غائب ہو جاتے ہیں تو ہم اپنے حالات میں ایسے اور پلتے ہیں جو مشہور و معلوم کے موافق نہیں۔ اور شاید یہ حالت موت ہو۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام لوگ حالت خواب میں ہیں جب موت آتی ہے تو وہ بیدار ہوں گے۔ سو شاید زندگی دنیا بھر آخرت حالت خواب ہے۔ جب موت آتی ہے تو اس کو بہت سی اشیاء خلف مشاہدہ حال نظر آئیں گی اور اس کو کہا جائیگا **كَلَفْتَنَا عَنْكَ عِلْمُكَ** فَتَعَرَّكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ۔ جب میرے دل میں یہ خیالات پیدا ہوئے تو میرا دل ٹوٹ گیا اور میں نے اس کے علاج کی تلاش کی مگر نہ پا۔ کیونکہ اس مرض کا دافعہ بجز دلیل کے ممکن نہ تھا اور نہ دافیکہ بیداری کی ترکیب سے کلام مرتب نہ کیا جائے۔ کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن ادلک نام مابعدی ہے۔ جب مجھے مسلم نہ ہوں تو دلیل کی تہیج ہی ممکن نہ ہوتی۔ پس یہ مرض سخت تر ہوتا گیا اور دو مہینہ سے زیادہ کا عرصہ گزرتا گیا۔ چنانچہ ان دو مہینوں میں میں غریب سقط پر تھا لیکن بروئے خیالات و حالت دل نہ بروئے تقریر و گفتگو۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس مرض سے شفا بخشی۔ اور نفس پھر صحت و اعتدال پر آگیا۔ اور دیہات عقلیہ مقبول اور مستحق بن کر پھر امن و یقین کے

ساتھ واپس آئیں۔ لیکن یہ بات کسی دلیل یا ترتیب کلام سے حاصل
ملے یہ تمام فقرہ امام صاحب کی نہایت بڑی ہے۔ امام صاحب کے یہ خیالات صرف
اقرب نو ہوا تک رہے۔ پھر ان کو خود ان خیالات کی نہایت ظاہر ہو گئی۔ جیسا کہ
ان کی اگلی تحریر سے ظاہر ہے۔ یہاں یہ بات بھی بیان کرنی ضرور ہے کہ جو شخص
غیب سلف امام صاحب کے دل میں پیدا ہونے لگے وہ حقیقت میں اس قسم
کے نہ تھے کہ وہ دوسرے دہائی تعلیم ان کا پیش ہوا حال ہو۔ امام صاحب
کا یہ کہنا کہ میں نے اس وجہ سے ہمد وائل قلیہ نجات نہیں پائی بلکہ عرض
فعلی خدا سے صرف اپنی کیفیت دل کی حکایت ہے۔ نہ خدا شرف و اعلیٰ
تعلیم۔ اہل سلف کا حاجت فریاد و پیچیدات جلیہ سے انکار کیا خود متاخر
و متاخر پیدا کرتا ہے۔ ہم نے فرض کیا کہ محاسن و عقل کے سب ادراکات
مقابل اعتبار ہیں اور کئی علم ایسا نہیں ہے جس کو یقینی کہہ سکیں تاہم
مستطیل کو کم از کم یہ تسلیم کرنا ضرور ہوگا کہ اس کا علم نسبت عدم وثوق محاسن
کے یقینی ہے۔ کیونکہ اگر یہ بھی یقینی نہ ہو تو خود ان کا انکار ضرورتاً پائل
شعبہ ہے۔ لیکن اگر اس کا علم نسبت عدم وثوق محاسن یقینی ہے تو کوئی
وجہ اس راہ کی ہونی ضرور ہے کہ خاص یہ علم بہت شمار دیگر علوم و ادراکات
کے کیوں یقینی سمجھا جائے۔ پس اس طریق استدلال سے قدم آتا ہے
کہ یا تو اس علم کو ترجیحاً یقینی نہ سمجھا جاسکے یا دیگر علوم کو بھی ایسی قسم
کا تصور کیا جائے۔ اس یہ سچ ہے کہ محاسن اپنے ادراکات میں بعض ادراکات
فعلی کہتے ہیں۔ لیکن اس فعلی کے ساتھ ہی یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ کبھی ایک

نہیں ہوتی بلکہ اس نور سے حاصل ہوتی جو اللہ تعالیٰ نے دل میں
ڈالا اور یہی نور اکثر صاف کی نگاہ ہے۔ جس شخص نے یہ گمان کیا
کہ کشف مجرد و دلائل پر متوقف ہے تو اس نے اللہ کی دیکھا عزت
کو نہایت تنگ سمجھا۔ اور جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے یہ
سوال کیا گیا کہ شمع صاف کیا ہے اور اس قول خداوندی میں کج فہم
حالت کے ادراکات سے دوسرے حالت کے ادراک کی تلافی اور کبھی ایک شخص
رکے ادراک سے دوسرے شخص کے ادراک کی تلافی بخیر ہوتا ہے۔ غلط فہم
کی مثالیں جو پیش کی جاتی ہیں وہ یا تو ایسی ہوتی ہیں جن میں محسوس نہیں
حالت میں باعث مرض و عجز کوئی فقرہ واقع ہو گیا ہو یا ایسی ہیں جن میں
ادراک بجائے وقت حال ہونے کے اس قدر نتیجے سے محال ہو کہ کسی آن
مادہ میں شے مذکور محسوس نہ ہو سکے یا شے مذکور ایسی قبیل القادر ہو کہ وہ
نہایت مغرک دہ سے محسوس ہونے کے قابل نہ ہو مگر انسان کا اس
قسم کے مداخلت سے آگاہ ہونا اور یہ کہنا کہ محاسن سے اس قسم کی
تعلیقات واقع ہوا کرتی ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر فرداً فرداً محاسن خاص
اس قسم کی تعلیقات میں پڑ سکتے اور دوسرا کہہ سکتے ہیں مگر آخر کار گرد و غبار
ان تعلیقات کی خود ہی صحت کرتا ہے اور صحت کرنے کے واسطے خاک و مباد
شیر لیتا ہے۔ پس یہ شائیں درحقیقت ادراکات حسانی کے صحیح اور واقعی ہونے
کی تائید کرتی ہیں نہ کہ تردید کیونکہ یہ کہنا ہی کہ ہم نے انھیں انھیں تعلیقات کی
ہے اس تعلیقات سے نکلتا ہے (ترجمہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِفَضْلِہِ یُفَضِّلُہُ لِلْاِسْلَامِ میں شرح سے کیا فرماتے
 تم اپنے فرمایا کہ اس سے مراد وہ فرد ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں ڈالتا
 ہے۔ اور جب پوچھا گیا کہ اس کی کیا علامت ہے؟ تو فرمایا کہ اس دار
 غم سے کنہہ کشی اختیار کرنا اور اس اہل آباد گھر کی طرف رجوع کرنا۔ اور
 اسی کی طرف علیہ السلام کا اشارہ ہے جہاں فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ
 کَمَا تَرَ اَخْلَقَ فِیْ ظُلُمَۃٍ نَّجَۃً رَّشَّ عَلَیْہِمْ رِیۡنٌ فَاِذَا کَانَ
 ہے کہ اس نور کی مدد سے کشف حاصل کیا جائے اور یہ نور خاص خاص
 اوقات میں چشمہ بود الہی سے نوارہ کی طرح نکلتا ہے اور اسی کا منتظر
 رہنا لازم ہے جیساکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ
 لِرَبِّکُمْ فِیْ ہٰذَا یَوْمٍ کَافٌ لِّمَا کُنْتُمْ تَفٰنُوۡنَ تَکٰ فَعَزَّوۡنَا کَہَا

ان حکایات سے مقصود یہ ہے کہ طلب کرنے میں تمام تریجہ و
 کرنی چاہئے۔ یہاں تک کہ انجام کار کوشش ایسے درجہ پر پہنچ جاوے
 کہ ہیشیا قابل طلب کے طلب کرنے کی نوبت آجائے۔ کیا وجہ کہ بدیہات
 میں کہ اللہ تعالیٰ راہ راست دکھاتا چاہتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے
 لئے کھول دیتا ہے

اللہ تعالیٰ نے نعت کو مات نعت میں پیدا کیا۔ پھر اُن پر اپنا نور
 چھڑکا

تمہاری زندگی کے اہم میں بسا اوقات نیم رات پردہ گارچتی ہے پس تم
 اُس کی تک میں گئے رہو

تو مطلب نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ خود حاضر و موجود ہیں اور حاضر و موجود
 کو اگر طلب کیا جاوے تو وہ اندر ہی مقفود و مستور ہو جاتا ہے۔ اور
 ہر شخص اس چیز کو طلب کرتا ہے جو طلب نہیں ہو سکتی تو اس پر
 کوئی یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ اس نے قابل طلب چیز طلب کر کے نہیں
 کیوں کہ وہی کی ہے

اقسام طالبین

مذہب حق کے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور بے انتہا عجز سے
 چار فرمے مجھ کو اس مرض سے شناسائی اور اقسام طالبین
 سب سے لے میں چار قرار پائے ہیں

اول۔ اہل کلام جن کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہی اہل الہی
 اور اہل انظر ہیں

دوئم۔ اہل باطن جن کا یہ زعم ہے کہ ہم اصحاب تعلیم ہیں اور ہم
 میں یہ خصوصیت ہے کہ ہم نے ہی امام معصوم سے سینہ بسینہ تعلیم
 پائی ہے

سوم۔ اہل فلسفہ جن کا یہ گمان ہے کہ ہم ہی اہل منطق و
 برہان ہیں

چہارم۔ صوفیہ جن کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم خاصان بگاہ الہی و
 اہل مشاہدہ و مکاشفہ ہیں

تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ حق الامر ان چار اقسام میں سے
 ناسخ نہ ہوگا کیونکہ یہ سالکانی راہ طیبہ حق ہیں۔ پس اگر حق ان پر بھی
 ظاہر نہ ہوا تو پھر اور کس حق کی کہی امید نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ بعد ترک
 تقلید کے پھر تقلید کی طرف رجوع کرنے میں تو کسی فائدہ کی امید نہیں
 وہ یہ کہ شرط منقطع یہ ہے کہ اس بات کا علم بھی نہ ہو کہ میں منقطع
 ہوں لیکن اگر یہ مسلم ہو گیا تو اس کی تقلید کا شیشہ ٹوٹ گیا اور وہ
 ایسا زخم ہے جس کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور ایسی پریشانی ہے کہ کسی
 سایف یا تعین سے اس کی دہی نہیں ہو سکتی سبب اس کے کہ اس
 شیشہ کو پھر آگ میں گھمٹایا جاوے اور اسے نرے اور شیشہ بنایا جاوے
 یہ سوچکر میں نے ان طریقے سے تذکرہ بالا پر چلنے اور جو کچھ ان قرون
 کے پاس ہے اس کی انتہا مسلم کرنے کی طرف قدم بڑھایا اور علم کلام
 سے آغاز کیا اور اس کے بعد طریق فلسفہ اور پھر تعلیم اہل باطن اور سب
 آخر طریق صوفی کی تحقیق کی +

مقصود و حاصل علم کلام

تو میں نے علم کلام میں سے علم کلام سے آغاز کیا اور اس کو حاصل کیا۔ اور
 عرب سمجھا۔ اور محققین علم کلام کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور جو کچھ میرا ارادہ
 تھا میں نے اس علم میں کتابیں تصنیف کیں ہیں نے دیکھا کہ یہ ایک
 باب علم ہے کہ اس سے اس علم کا مقصد اصلی تو حاصل ہوتا ہے لیکن

یہ میرے مقصود کے لئے کافی نہیں۔ اس علم سے مقصود یہ ہے کہ
 عقیدہ اہل سنت و جماعت کی حفاظت کیا جائے۔ اور اہل بدعت کی تشویش
 سے اس کو بچایا جاوے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے رسول
 معلم کی زبان مبارک سے عقیدہ حق نازل کیا۔ جس میں اس کے بندوں
 کی صلح دینی و دنیوی ہر دو ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں اور احادیث میں
 مفصل مبرور ہے۔ لیکن شیطان نے اہل بدعت کے دلوں میں دوسرے
 ڈال کر ایسے اور پیدا کئے جو مخالف سنت ہیں۔ پس اہل بدعت نے
 اس باب میں نیاں دہانیاں کی اور قریب تھا کہ اہل حق کے عقیدہ میں
 تشویش پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے گروہ علماء اہل کلام کو پیدا کیا۔ اور انہیں
 یہ تحریک پیدا کی کہ غریباہی سنت کے لئے ایسا کلام مرتب کام میں لائیں
 جس سے کلیات بدعت جو خلاف سنت ماثورہ پیدا ہوئی ہیں منکشف
 ہو جائیں۔ غرض اس طور پر علم کلام و علماء علم کلام کی ابتداء ہوئی پس
 ان میں سے ایک گروہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بلایا اٹھا۔ اور
 انہوں نے دشمنوں سے عقیدہ سنت کی خوب حفاظت کی۔ اور اہل بدعت
 نے اس کے نورانی چہرہ پر جو بدعات و افواج لگا دیئے تھے ان کو دور کیا
 لیکن ان علماء نے اس باب میں ان سختیوں پر اعتماد کیا جو انہوں نے
 ضعیف عقائد مخالفین خود تسلیم کر لئے تھے۔ اور وہ ان کے تسلیم کرنے پر یا تو
 بوجہ تقلید مجبور ہوئے یا بوجہ اجماع و سنت۔ بعض بوجہ قبول قرآن مجید
 و احادیث۔ زیادہ تر بحث ان کی اس باب میں تھی کہ انہوں نے مخالفین میں

خاصیات نکالے جائیں اور ان کے مسائل کے لازم پر گزرت کیجئے۔ لیکن یہ امور اس شخص کو بہت ہی تھوڑا فائدہ پہنچا سکتے ہیں جو سواد پر مبنی علم کے کسی نئے کو مطلق تسلیم نہیں کیا۔ اس نے علم کلام میرے حق میں کافی نہ تھا۔ اور نہ میں دعو کی مجھ کو شکایت تھی اس سے اس کو شننا ہو سکتی تھی +

کتب علم میں وہاں میرے علم کلام نکلا اور اس میں بہت غرض ہوئے ترتیبات فلسفیانہ لگا اور مدت دوازد گھنٹہ لگی تو اہل کلام بوجہ اس کے کہ وہ حقایق اس کی بحث اور مجاہد و اعراض اور ان کے احکام میں غرض کرتے گئے۔ محافظت سنت کی حد سے تجاوز کر گئے۔ لیکن چونکہ یہ ان کے علم سے متصور نہ تھا اس لئے ان کا کلام اس باب میں غایت حد تک نہ پہنچا۔ اور اس سے یہ حال نہ ہوا کہ اختلاف خلق سے جو نیکو میرٹ پیدا ملے جس نذ میں سلاطین کا تیر اقبال اور برحقا تو ان میں علوم حکم پرمان کا کثرت سے رواج ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان علوم کے مسائل حکم اور اس ناذ کے مسائل مجتہد اسلام میں اختلاف دیکھ کر بہت سے اہل اسلام کے عقاید غریبی میں خراب ہو گئے۔ ان علماء علوم حکم کے عقائد اثر دینے کے لئے ہمارے علماء ملت رحمۃ اللہ علیہم نے علم کلام نکالا +

مستندین علماء کلام کی تصنیفات نہایت سلیس و مختصر و کارآمد ہوتی تھیں مگر رنہ رنہ فلسفی مسلح شکلیں نے اس کو ایک سہو فری قرار دے لیا جو جملہ دینی مسائل مطلق و فلسفی و طبیعات کا کھنڈل ہر گاہ ہے۔ چونکہ یہاں فلسفہ و

ہوتی ہے اس کو بالکل محروم کر دے۔ عید نہیں کہ میرے سوا کسی اور کو یہ بات حاصل ہوئی ہو بلکہ مجھ کو اس بات میں شک نہیں کہ اہلیت کے مسائل عقل و قیاس و دلیل پر مبنی ہوتے تھے۔ ہمارے متکلمین ان کے مسائل میں دینی ہی عقل و قیاس و دلیل دیکر ان کے مسائل کو تھوڑا بڑھاتے تھے مگر چونکہ اعراض و مجاہد وغیرہ کی نفی و رد میں ہمیشہ نے سواد پریشانی خاطر مخالفت و نفرت دین میں کچھ حد نہیں تھی تھی امام صاحب نے ایسی تعبیلیات کو نہایت چہند فرمایا ہے۔ معلوم نہیں کہ اگر امام صاحب اس ناذ میں ہوتے اور علم کلام میں سہولت۔ جزد و قیاسی۔ ابطال فرق و ایضام۔ احکام نکلا۔ کہ یہ ایضام سہولت وغیرہ کی دینی بحثیں اور مشورہ نمایاں ملاحظہ کرتے تو کیا فرماتے +

امام صاحب کے ناذ کے بعد کتب کلاسیہ میں غیر ضروری فلسفیانہ تعریفات اور بھی کثرت سے داخل کی گئیں۔ اب نیا دہ خیالی یہ ہوتی ہے کہ اصول فلسفہ برمان میں کے مقابلہ کے لئے علم کلام وضع ہوا تھا فلسفہ نہایت ہونگے نہیں اب اس پر سیدہ و از کار رنہ علم کلام کو علوم جدیدہ کے مقابلہ میں جوڑ بیٹھانے قیاسی دلیل کے سلسلہ تجزیہ و مشاہدہ پر مبنی ہیں پیش کرنا دشمنی فی خیر ہے۔ دیکھتا جاہے کہ میں علم کو تو اسلام سیدہ نمایاں امام صاحب نے فلسفہ زمانہ کے علم کے مقابلہ میں بیکار و غیر مفید شہر لیا ہے اس کو امام صاحب نے نہایت حقانیت سے خالی کرنا چاہئے۔ چوں کہ حمایت و نصرت دین کے لئے کافی لکھا تھا۔ اس سے خیال کرنا چاہئے کہ اہل اسلام کو جدید علم کلام کی کینہ و سخت نفرت ہے۔

کسی نہ کسی گروہ کو ضرور مائل ہوئی۔ گو یہ حصول ایسا ہے کہ بعض امور میں جو فطری و دبیات سے نہیں ہیں تنقید کی اس میں آئینرش ہوگی۔ فی الحال میری غرض یہ ہے کہ میں اپنی حکایت حال بیان کروں۔ نہ یہ کہ جن لوگوں کو اُس کے ذریعہ سے شفا ہوئی اُن کی خدمت کروں۔ کیونکہ وہ شفا بھانجہ مختلف امراض کے مختلف ہوتی ہے۔ بہت سی دوائیں ایسی ہوتی ہیں کہ اُن سے ایک مرض کو نسخ پہنچتا ہے اور دوسرے کو ضرر +

حاصل علم فلسفہ

اس میں یہ بیان کیا جاوے گا کہ کونسا علم فلسفہ مذہب ہے اور کونسا مذہب نہیں ہے۔ اور علم فلسفہ کے کس قول سے کفر لازم آتا ہے اور کس قول سے کفر لازم نہیں آتا۔ اُن میں سے کونسا امر بدعت ہے اور کونسا امر بدعت نہیں۔ اور نیز وہ امور بیان کئے جائینگے جو اہل فلسفہ نے کلام اہل حق سے چھلنے ہیں۔ اور اپنے خیالات باطل کی ترویج کے لئے اُن کو اپنے کلام میں دھاپا ہے۔ اور اس وجہ سے کہیں ملج پر لوگوں کی طبیعتوں کو اس حق سے نفرت ہوگئی۔ اور مخالف حقہ خالص کو اُن کے حامد اور غیر خالص اقوال سے کس طرح ملحدہ کیا جاوے +

کس بل پر بحث پہن کرنے سے پہلے علم کلام سے خارج ہونے کے بعد میں نے اُن میں کمال پیدا کیا ہے + علم فلسفہ تشریح کیا اور مجھ کو یہ امر یقیناً

علوم تھا کہ جب تک کوئی شخص اصل علم میں اُس علم کے سب سے بڑے عالم شخص کے برابر ہوکر درجہ اُٹھا کہ نہ پہنچ جاوے۔ اور پھر ترقی کر کے اُس کے درجہ سے سہاوارہ نہ کر جاوے۔ اور اُس علم کی دشواریوں اور آفات سے اس قدر اطلاع حاصل نہ کرے کہ اُن سے وہ عالم بھی واقف نہ ہو تب تک علم فلسفہ کی کسی قسم فساد سے محفوظ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صرف اسی صورت میں یہ امر ممکن ہے کہ علم مذکور کے فساد کی نسبت جو کچھ اُس کا دھوئے ہوگا وہ صحیح ہوگا۔ لیکن میں نے علماء اسلام سے کوئی ایک بھی ایسا شخص نہیں دیکھا جسے

۱۔ اس ناز میں بھی چارے علماء اہل اسلام کو اسی آفت نے میسر نہ کیا ہے۔ وہ علم جدید سے محض جاہل ہیں۔ مگر باوجود اس کے اُن مسائل پر جو اُن علوم پر مبنی ہیں گفتگو کرتے بدگوئی کی تردید کرنے اور ان مسائل کے ابطال میں کتابیں لکھتے اور اُن مسائل کے قائمین کی نسبت کفر کے فقرے دینے کے لئے ہر وقت آمادہ ہیں ہندوستان پور میں چارے علماء دین کے گروہ میں ایک بھی ایسا شخص موجود نہیں ہے جس نے حبث بدعت دین کی غرض سے علم جدید میں دستگاہ کامل پیدا کرنے کی مت پختہ اور اُٹھائی ہو۔ اور برافراضات ان علوم کے گروہ سے اُن پر اور ہوتے ہیں اُن سے کما حقہ واقفیت پیدا کی ہو۔ اور پھر اُن اعتراضات کے اُٹھانے میں حق اللہ اور کوشش کی ہو۔ اس ناز میں چارے علماء کی تحقیق صرف اس امر میں محصور ہے کہ اگر کوئی شخص واقعات نفس الامری کی بنا پر جو حسب تحقیقات علوم جدیدہ مستحب اور مشاہدہ سے ثابت ہوئے ہیں اسلام پر کوئی اعتراض

اس کی طرف بہت کی ہو۔ یا تکلیف گنہگار ہو۔ اور کتب اہل علم
کے کریم ثابت کیا جا، ہے کہ ادوات جواس نشان میں غفل کا پتہ لگتا ہے
پس یہ ایک مختصر سا نمبر ہے جو بناء پیر کے کل علم حکم کی تردید کے لئے
کمال اچھا کر کوئی اور شخص اپنی استعداد کے سواقی ان اعتراضات کے منہ کرنے
کی کوشش کرتا ہے۔ ترجمہ ہے علماء اس کی تکفیر کرتے ہیں +

جب تک ہمارے علماء دین خاصیت کے علم میں اس درجہ تک ترقی نہیں
کرتے کہ ہر امام غرالی صاحب نے تجویز فرمایا ہے۔ یعنی جب تک وہ اصل
ملائک علم علیہ السلام کے بدر ملات کا ذخیرہ جمع نہ کریں۔ اور ان ملات کے بڑھانے
کے وسائل اپنے لئے جتا نہ کریں۔ تب تک تاج کی کج ہیشیاں کرتا۔ اور ان
اہل اللہ کے مقابلہ میں جو شاہد اور تجربہ سے مسلح شریکے ہیں قیاس و دلیل
نوعورثہ یا غلطی ادوات کے دیکھ جیلے خان۔ اور اپنے پوچ اتوال کی تائید
میں کرات۔ قرآن مجید پیش کرتا۔ اسلام کو شیف اور کلام الہی کا مضحکہ کرونا
ہے +

گر یہ حقیقت کسی کے دل پر اسلام کی دایب اہم حالت سے چٹ گئی ہے اور مغربی
دنیا کے علم سے جو علما نے تہذیب اثر دین اسلام پر رہا ہے ان کو دیکھت حدت جن بھینا
ہے تو اسکو چاہیے کہ کرم بہت امام غرالی کی طرح خاصیت کے علم حکم کی تحصیل
کے دہے جو بہ دشمن ان علوم میں نصیحت قابل دیکھتے تب دنیا مسکو اس قابل بکھی کی جو کچھ
سے مسکو لگاتے سے نہ اس کی تجویز و تہذیب کو قابل تہذیب و امت مسکو قابل خطاب بکھی جسکو
تہذیب مال کرنا جو وہ اس علم کا بھی اٹھائے کھن کشادہ بخند الی روتہ متاکا نہ درتہم

کلام میں جو رد اہل فلسفہ کے درپے ہیں۔ بجز چند کلمات مبہم دہے
قریب کے جن کا تہافت اور بناء کا پتہ لگتا ہے اور جن کی نسبت ایک
عالی جاہل آدمی بھی دھوکا نہیں کھا سکتا۔ چہ جائیکہ وہ اشخاص جو
واقف علوم کے جائے کا دعوئے رکھتے ہوں اور کچھ مریج نہیں۔
غرض مجھ کو معلوم ہوا کہ کسی مذہب کی تعید کرنا قبل اس کے کہ
اس کو سمجھیں اور اس کی حقیقت سے مطلع ہوں اندھیرے میں تہذیب
چلانے ہیں۔ اس لئے میں کرم بہت چت کر کے علم فلسفہ کی تحصیل کے
امام صاحب تحصیل علم فلسفہ دہے ہوا اور صرف اپنے مطالعہ سے بغیر مدد
میں مصروف ہوئے + استاد کے کتب فلسفہ کو دیکھنا شروع
کیا اور یہ کام تین اپنی فراغت کے وقت میں لینے جب سمجھ کہ علم شرعی
کے درس دینے اور تصنیف کرنے سے فرصت ملتی تھی انجام دینا تھا
لیکنک مجھ کو فائدہ میں تین نسخہ غالب علم کو درس و تعلیم کا کام سفر تھا
پس اللہ تعالیٰ نے صرف میں اوقات متفرق کے مطالعہ میں یہ برکت
دی کہ میں وہ بڑا سے کم عرصہ میں ہی فلسفہ کی انتہائے علم سمجھنے
دانت ہو گیا اس علم کو سمجھ لینے کے بعد قریب ایک سال تک میرا یہ
مہمور رہا کہ ان مضامین میں غور و فکر کیا کرتا۔ اور ان مضامین کو
اپنے دہن میں ڈھیرا اور اس کی صعوبات و آفات پر نظر کرتا تھا۔
یہاں تک کہ اس میں جو کچھ بکریا دھوکا یا تحقیق یا جو اور نیابت
تھے ان سب کی ایسی آج بھی حامل ہو گیا کہ مجھ کو فلاسفی شک نہیں

ہے۔ پس اسے عزیز اس علم کی حکایت مجھ سے سن۔ اور ان کے علوم کا پھل مجھ سے دریافت کر۔ کہ میں نے ان کے بت سے علوم دیکھے جس کی بے شمار اصناف ہیں۔ مگر متقدمین فلاسفہ اور متاخرین اور متوسطین اور اوائل میں اس باب میں بت فوقی تھا کہ بعض حق سے بہت پید تھے اور بعض قریب۔ لیکن باوجود اینکہ کثرت اصناف و انواع کفر و الہاد سب پر لگ رہا ہے۔

اقسام فلاسفہ

جملہ اقسام فلاسفہ کو نشان کفر شامل ہے

فلسفہ کے تین جانا چاہئے کہ فلسفیوں کے گروہ بہت سے فرقے اور مختلف اقسام ہیں۔ لیکن ان سب کی تین قسمیں ہیں۔ یعنی

تہذیب۔ طبیعہ۔ اہلبیہ +

۱۔ تہذیب۔ قسم اول تہذیب

یہ گروہ متقدمین فلاسفہ سے ہے۔ ان کا یہ قول ہے کہ اس جہان کا کوئی مصلح۔ مذہب عالم و قاعدہ نہیں ہے۔ اور یہ عالم ہمیشہ سے اپنے آپ بے مصلح موجود چلا آتا ہے۔ اور ہمیشہ حیوان فطرت سے اور نطفہ حیوان سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ اور اسی طرح ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ یہ لوگ تدریق ہیں +

۲۔ طبیعہ۔ قسم دوم طبیعہ۔

ان لوگوں نے عالم طبیعات اور عجائبات حیوانات اور نباتات پر زیادہ تر بحث کی ہے۔ اور علم تشبیح اعضائے حیوانات میں زیادہ غور کیا ہے۔ اور ان میں عجائب صنع الہی تعالیٰ و آثار حکمت پائے ہیں۔ پس لاپچار انھوں نے اس بت کا احترام کیا کہ ضرور کئی ٹہری حکمت والا قاعدہ مطلق ہے جو ہر امر کی غایت اور مقصد پر ملحوظ رکھتا ہے۔ کوئی ایسا نہیں کہ علم تشبیح اور عجائب منافع اعضا کا مطالعہ کرے اور اس کو بالفقرہ یہ علم حاصل نہ ہو کہ ساخت حیوان اور خصوصیات انسان کا بنانے والا اپنی تدبیر میں کامل ہے۔ لیکن چونکہ ان لوگوں نے زیادہ تر بحث طبیعات سے کی ہے اس لئے ان کی رائے میں قواسم حیوانیہ کے قیام میں اعتدال مزاج کو بہت بڑی تاثیر ہے۔ بدیہیہ ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ انسان کی قوت عقائد بھی تابع مزاج انسانی ہے اور مزاج کے باطل ہوجانے سے وہ بھی باطل ہوکر معدوم ہوجاتی ہے۔ اور جب وہ معدوم ہوگئی تو پھر بموجب ان کے زعم کے اعادہ معدوم لے نہیں دیں جانش کلابہ کے جن پر ہائے عار حکمیں نے شکل شکل اور وہیل بکھیں کی ہیں۔ ایک مسئلہ اعادہ معدوم ہے۔ یعنی یہ مسئلہ کہ کیا جو شے نیست و ناکندہ ہوجائے وہ بینہ پھر پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں۔ مجبور حکم اور بعض حکمیں کا یہ یہ ہے کہ اعادہ معدوم عمل ہے۔ یعنی کوئی شے نیست و ناکندہ ہوکر بینہ پھر پیدا نہیں ہو سکتی۔ مگر حکمیں کا یہ مذہب ہے کہ اعادہ معدوم جائز ہے۔ جو بعض اقسام

کسی طرح متصور نہیں۔ پس وہ اس امر کی طرف گئے ہیں کہ بوج مرعاتی نہ ہے۔ اور پھر عود نہیں کرتی۔ اس لئے انھوں نے آخرت کا اور بہت زیادہ ورنہ کا اور قیست و حساب کا انکار کیا ہے۔ غرض ان کے نزدیک نہ کسی حادث کا ثواب ہے نہ کسی گناہ کا عذاب۔ پس وہ بے لگام ہو گئے ہیں۔ اور بناسیم کی طرح شہوات میں منہمک ہیں۔ یہ لوگ بھی تدبیر میں لکھنؤ کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ اور یوم آخرت پر یقین کیا جائے۔ اور یہ لوگ اگرچہ اللہ اور اس کی صفات پر تو ایمان لائے ہیں مگر یوم آخرت سے منکر ہیں۔

۳۔ آئیدہ قسم سوم آئیدہ +

یہ لوگ مشافہین اہل فلسفہ ہیں اور ان ہی میں سے ستر اہل علم و ادب و مدد کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر جاہر و نہات باسرا مدد ہو جاویں تو شخص شاد بینہ شخص اول میں پر مدد جاری چلا تھا نہ ہوگا۔ اور اس لئے اس صفت میں ایسا ثواب و عذاب بھی ممکن نہ ہوگا۔

علامہ انہیں وہ کہتے ہیں کہ شیعہ دیگر شخصیات موجودات کے نیاں ہیں۔ پس اگر اعادہ مدد ہو جو شخصیات لیکن جو کہ اعادہ زمان میں قائم آئے گا۔ جو نامکون ہے اس کے جواب میں ہمارے علمائے طول طویل ہمیں کہیں اور حق ۱۸ ہے کہ اگر زمان کو شخصیات میں داخل سمجھا جاوے تو مجاز اعادہ مدد ثابت کرنا محال ہے۔ (درجہ)

جو استناد تھا افلاطون کا جو استناد تھا ارسطو طالیس کا۔ ارسطو طالیس وہ شخص ہے جس نے ان کے لئے علم منطوق قرب کیا۔ اور دیگر علوم کو ترتیب دیا۔ اور جن علوم کا پہلے ذخیرہ نہ تھا ان کے لئے ان علوم کا ذخیرہ کر دیا۔ اور جو علوم خاتم تھے ان کو پختہ بنایا۔ اور جو ہم سے ان کو واضح کر دیا +

ان سب فلسفیوں نے پہلے دونوں قسم سے حیرت و طبع کی تحقیر کی ہے۔ اور اس قدر ان کی طبیعت کی ہے کہ غیروں کو اسکی عزت نہیں تھی۔ ان کی آپس کی لڑائی کے سبب اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ان کے مقابل سے بچایا۔ پھر ارسطو طالیس نے افلاطون اور سقراط کی اور ان سب فلاسفہ آئیدہ کی جو اس سے پہلے گذرے ہیں ایسی تردید کی ہے کہ کچھ کسر باقی نہیں رہی۔ اور ان سب سے اپنی بڑائی ظاہر کی ہے۔ لیکن اس نے بعض ذلیل کفر و بدعت ایسے چھوڑ دیئے جس کی تردید کی توفیق خدا تعالیٰ نے اس کو نہیں بخشی تھی۔ پس واجب ہے کہ ان کو اور ان کے اتباع شدہ علماء اسلام میں سے جو علی ابن سینا وغیرہ علی سینا اور خاریجی وغیرہ کو کافر کہا جائے۔ کیونکہ ان دونوں برصہ خاریجی کی مانند آدھ کسی شخص سے فلاسفہ اہل اسلام میں سے فلسفہ ارسطو طالیس کو اس قدر کشش سے تغیر نہیں کیا اور ان شخصوں کے

۱۸۔ امام صاحب کی تقریر سے منظر عاں ظاہر ہوتا ہے۔ امام صاحب نے اگرچہ اس مقام پر کوئی عام اصول تکفیر قائم نہیں کیا۔ آقا جس بنا پر مومنوں سے

سوائے اور اشخاص نے اگر کچھ لکھا بھی ہے تو ان کے اوّل غلط ہیں اور
برعلی سینا کی تحریک ہے۔ وہ ان کی تحریر سے ظاہر ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں
کہ اگرچہ دیگر علماء نے بھی علوم فلاسفہ میں کتابیں لکھی ہیں۔ تاہن کی تحریریں
ایسی واضح نہیں ہیں جیسی برعلی سینا کی ہیں۔ اس نے برعلی سینا کی تحریر سے لوگوں
کے عقائد میں فہم آئے کہ زیادہ تر اندیشہ ہے۔ دوسرے معتقدوں کی تحریریں غلط
ہیں جن سے پڑھنے والوں کا دل آگتا جاتا ہے اور ذہن سرش ہرجاتا ہے +
امام صاحب کی اہل تریہ مت عقلی ہے کہ کفر کا مدار غرض غایت صنف پر
کھنے کے بجائے اس اثر پر موقوف ہے جو جس کی تصنیف سے پڑھنے والوں پر
تشریب ہوتا ہے۔ تو یہ اصول تکفیر قسم کیا جادے تو خداوند تعالیٰ کے اس قول کی
نسبت جہاں قرآن مجید کی نسبت فرماتا ہے یُنْفِثُ بِهِ شَيْطَانًا مِّمَّا يَمِينًا
وہم یہ غایت پست ہمتی و بزدلی ہے کہ امام غوثیؒ ساریت عالم مذہب
اسلام کو فلسفہ کے دھوکے سے ڈھکے۔ اور غایت نصرت دین اس میں تصور کے
کو مسلمانوں کے کانوں اور آنکھوں کو کلام فلسفہ کے سننے اور پڑھنے سے باز
رکھے۔ کیا حقیقت میں مذہب اسلام ایسا بڑا ہے کہ وہ علم حکیم کے متبادر کی
مذہب نہیں رکھتا۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ لوگوں کی اگلا دانے کو دبا کر اور غریب
خونے کفر شریف کام میں فکر مشیغ علم کو روکنے سے مذہب کو دہائی حکام
و نصرت عالم ہرکے ہرگز نہیں۔ اس قسم کے کفر کے نفوذ کے دینے اور خلاف
دراؤں کے دانے کا دنیا میں ہمیشہ یہ نتیجہ ہوا ہے۔ کہ مذہب کو قوت اور حالت
کہ ۱۱۱ زیادہ تر اشتغال ہوا ہے +

قائل اور خبط نہیں۔ پڑھنے والے کا دل گھبرا جاتا ہے اور وہ نہیں
لام صاحب کے نزد میں بعض کتب حکیم کے ترجمے غایت جہتیں اور
انہیں فہم ہوتے تھے۔ امام صاحب خوش برہتے تھے کہ نہ یہ ترجمے کسی کی
کہ میں آئیں گے نہ ان کے عقائد میں فہم واقع ہوگا۔ اور جن لوگوں نے
یہ جہتیں ترجمے کئے تھے ان کے حق میں امام صاحب نے یہ رعایت فرمائی کہ
ان کو کافر نہیں کہا۔ مگر جس کے دل کب تک خیر متاقی۔ تاہم وہی علوم حکیم
جن کو امام صاحب دانا چاہتے تھے دنیا میں پیچھے اور آگلی اس کثرت سے شائع
ہوتے ہیں۔ کہ کوئی کہوں میں پہل گئے ہیں اور گو ان علوم کو بشمول جاننے
والے اس تک میں ایسی کسی قدم کہ ہیں تاہن علوم کے مزاج اور امور مختلف
سے مدام تک آگاہ ہونگے ہیں +
یہ تائید و نصرت دین حق امام غوثیؒ صاحب کی۔ مگر اس نزاکہ ایک مبتدع
لکھتا ہے کہ "کوئی مذہب ایسا دنیا میں نہیں ہے۔ جو دوسرے مذہب پر کو
ایسا ہی چال کیوں نہ ہو اپنی پیچیدہ اور وجہ ثابت کرے۔ مگر یہ قسم صحت
نہی مذہب کو مال ہے جو نیچے کے مطابق ہے اور میں یقین کر رہا ہوں۔ کہ وہ
مذہب ایک مذہب ہے جس کو میں شیخ اسلام کہتا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ کوئی
فلاسفہ کام میں نہیں ہے جس پر مذہب سے کہ اندیشہ ہو اور کچھ میں یہی غلطی ہے
کہ اس کو مذہب سے اندیشہ نہیں ہے +
مب دیکھتا چاہئے کہ اصلی فرقہ کا یہ نصرت اسلام کا وہ ہے کہ امام صاحب نے نصرت
کیا تھا۔ وہ جو اس پہلے شخص نے اس زمانہ میں اختیار کیا ہے + (مذہب)

جان سکتا کہ میں کیا سمجھا اور کیا نہ سمجھا۔ اور نہ یہ جان سکتا ہے کہ کس امر کو قبول کرنا چاہئے۔ اور کس کو رد کرنا چاہئے۔
ہمارے نزدیک فلسفہ اصطلاحیوں سے جو کچھ صواب نفل ان دو قسموں کے صحیح ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔

اول قسم۔ وہ جس سے تکفیر واجب ہے +

دوم قسم۔ وہ جس سے برائی قرار دینا واجب ہے +

سوم قسم۔ وہ جس کا انکار برکز واجب نہیں +

اب ہم اس کی تفصیل کرتے ہیں +

اقسام علوم فلاسفہ

علوم غیبیہ کے جاننا چاہئے کہ اس غرض کے اعتبار سے جس کے لئے ہم چاہتے ہیں +

علوم کی تحصیل کرتے ہیں۔ علوم فلسفہ کی پچہ قسمیں ہیں۔

(۱) ریاضی (۲) منطوق (۳) طبیعات (۴) آسمانیات (۵) سیاست

فنون (۶) علم اخلاق +

اس ریاضی علم ریاضی۔ یہ علم شقوق ہے حساب و ہندسہ و علم ہیئت عالم سے

لے آجیاد العلوم میں اس صواب سے علم فلسفہ میں موت پر علم ریاضی منطوق۔

طبیعات۔ حیاتیات کو شامل کیا ہے جو مگر کچھ شگ نہیں کہ علم طبیعات دن اور سہ

اخلاق میں فلسفہ میں داخل ہیں اور کما حال بھی ان پر وہ علوم کو داخل علم

فلسفہ سمجھتے ہیں + دوسرا

اور ان کے صحیح ہونے یا نہ ہونے سے کوئی امر دینی متعلق نہیں۔
علم ریاضی سے +
یگر یہ امور استدلالی ہیں کہ ان علوم کو جاننے اور
آفتیں پیدا ہوں گی سمجھنے کے بعد ان سے انکار ہو ہی نہیں سکتا
مگر فن علوم سے دو آفتیں پیدا ہوتی ہیں +

۱۔ جن دو آفتوں میں علم صواب کے نذر کے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔

۲۔ جن دو آفتوں میں علم صواب کے نذر کے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔

۳۔ جن دو آفتوں میں علم صواب کے نذر کے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔

۴۔ جن دو آفتوں میں علم صواب کے نذر کے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔

۵۔ جن دو آفتوں میں علم صواب کے نذر کے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔

۶۔ جن دو آفتوں میں علم صواب کے نذر کے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔

۷۔ جن دو آفتوں میں علم صواب کے نذر کے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔

۸۔ جن دو آفتوں میں علم صواب کے نذر کے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔

۹۔ جن دو آفتوں میں علم صواب کے نذر کے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔

۱۰۔ جن دو آفتوں میں علم صواب کے نذر کے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔

۱۱۔ جن دو آفتوں میں علم صواب کے نذر کے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔

۱۲۔ جن دو آفتوں میں علم صواب کے نذر کے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔

۱۳۔ جن دو آفتوں میں علم صواب کے نذر کے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔

۱۴۔ جن دو آفتوں میں علم صواب کے نذر کے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔

۱۵۔ جن دو آفتوں میں علم صواب کے نذر کے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔

۱۶۔ جن دو آفتوں میں علم صواب کے نذر کے مسلمان مبتلا ہوتے ہیں۔

ہے کہ یہ لوگ کافر اور مشرک تھے اور ہر شرعی میں سستی کرتے تھے۔
انہیں نے جو محض تقلید کا انکار کرتے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وہ

اور اگر آفت اہل اسلام پر غور ملائے دین کی طرف سے آئی ہے بلکہ امام
معاویہ نے جو اہل عرب پر اسلام کے جاہل دوست کا لقب دیا ہے۔ یہ بتک
مخبرہ حاکمات علم حکم جلیلہ کو شرط افتاد و بنداری کہتا ہے۔ اور ان تمام واقعات
مجلس اہل حق سے جو ان علوم میں بغیر توحید و مشاہد ثابت ہو چکے ہیں۔ اور جن کا
مستحق ہے۔ تمام عقائد عالم نے تسلیم کرنا ہے انکار کرتے ہیں۔ اور صرف اس خط
نیز کو جس انسان کی افلاک میں علی کا جڑا ملن ہے اپنے تئیں اور تمام عقائد
کو اٹھا اور ہوا کھانا گھولا کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان روئے مذہب اسلام
یہ یقین کا ضرور ہے کہ زمین ساکن ہے اور آفتاب اس کے گرد گردش کرتا ہے
بائیں آسمان برف گڑی جسم گند یا چس مہمت کی مانند ہے۔ اور تمام ستارے
اس میں جڑے ہوئے ہیں۔ اور اس میں چمکٹ کارڈ۔ تپنے۔ کڑے۔ کٹھنہ
نسب لگے ہوئے ہیں +

جہاں الدین سیٹی نے آیات قرآن اور روایات اسلامی سے انکار کر کے ایک
بیت اسلامی بنائی ہے۔ اور اس پر ایک رسالہ سماں الہیۃ النبیہ تحریر کیا
ہے۔ خواہ اس سید احمد خاں صاحب نے اس رسالہ کے جس مضامین کو
اپنی ایک تحریر میں منتظر بیان کیا ہے جو ہم یہاں مجسہ نقل کرتے ہیں +
وہ کہتے ہیں کہ عرش نیچے فک الافک کے گرد چار نہیں ہیں۔ ایک قہر کی
ایک قہر کی۔ ایک برکت کی۔ ایک باقی کی۔ پھر لکھا ہے کہ کل دنیا کے لوگوں کی

اسلام سچ ہوتا تو ایسے لوگوں پر جنہوں نے اس علم میں اپنی باریک
نمائیں کہیں غنی نہ رہتا۔ پس جب وہ ان کے کفر اور انکار کی پابست

میں قدم بریاں ہیں اتنی ہی ناپیں عرش کی ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ سوشن
سرخ یا قوت کا ہے۔ اور عرش کے نیچے بحر سبز ہے۔ ایک روایت کی شدہ
لکھا ہے کہ عرش سبز زرد کا ہے اس کے چار پاؤں یا قوت آخر کے ہیں عرش
کے آگے ستر ہزار پردے ہیں۔ ایک قہر کا۔ ایک خلعت کا۔ جبیل لے گا کہ
میں ذرا بھی آگے جاؤں تو جیل جاؤں +
گر ایک سرسوسے برتر چم

فروغ تپتے ہوئے چم
پھر کہتے ہیں کہ زمین کے گرد پہل کا پٹا ہے جو زمین کو گھماتا ہے
کہتے ہیں کہ سات زمینیں مثل سات آسمانوں کے ٹور ٹو ہیں۔ ہر ایک زمین
کی موائی پانیوں کی راہ چلنے کے برابر ہے۔ اور ہر ایک طبقہ زمین کو گھماتے
نے اسی قدر فاصلہ ہے۔ رمل کا وہ ایک فرشتہ اور اس کے آواز کو کلک اند
اس کی بجائ یا کوزہ کی چمک کو بھی قرار دیتے ہیں +

دو جزر مند کی بابت روایت کرتے ہیں کہ جب فرشتہ مند میں پاؤں رکھتا
ہے تو وہ ہوتا ہے اور جب نکال پاتا ہے تو جڑ ہوتا ہے +

اب ہر ایک شخص میں کو خدا نے کچھ عقل دی ہے۔ جو سمجھ سکتا ہے۔ جو
ان کو اور اس میں غفل کو شکر متعین علم یہ مذہب اسلام کی نسبت کیا خیال کرتے ہیں
علم معجزہ کہ قول نیت صحیح ہے کہ ان عقیدتیں کو اپنے دلائل کی نسبت میں نہ کہتے ہیں

میں کا تجربہ کیا ہو اور اُس میں غرض کیا ہو۔ جب ایسے شخص کے ساتھ جن نے تقلید اختیار کی نہ ہو یہ نظریہ کی بنیاد ہے تو وہ اس کو قبول نہیں کرتا۔ بلکہ غلبہ نہاد و شوق بطلان اور عقلمند کسان کے آئندہ اُس کو اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ صحیح علوم میں فلسفیوں کی تسمیہ پر ہمارا کہنا۔ غرض کہ یہ آفت عظیم ہے۔ اور واجب ہے کہ ہر ایک ایسے شخص کو جو ان علوم میں غرض کرے ہم پر اس آفت کے زہر کھائے۔ کیونکہ اگر یہ ہم دین سے باطل تعلق نہیں رکھتے۔ لیکن چونکہ ان کے دیگر علوم کی بنیاد انہیں پر ہے اس لئے اُن سے دین کو خرابی اور آفت پہنچتی ہے۔ پس جو کوئی اس میں غرض کرتا ہے اُس کی نسبت یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ دین سے خارج ہو گیا اور اُس کے لئے شہ سے نکام قوتوں نے غل گئی ہے۔

آفت دوم۔ میں یاہل خیر و ایمان آفت دوم۔ یہ آفت اسلام کے جاہل اسلام نے انکار علم مباحی کر کے دوستوں سے پیدا ہوئی ہے جن کا یہ اسلام کو ایمان علم مگر شہور کیا ہے خیال ہے کہ دین کی فتح بانی یہ ہے کہ جو علم فلسفہ کی طرف مشغول ہو اُس سے انکار واجب ہے۔ اس لئے انہوں نے جملہ علوم فلسفہ سے انکار کیا ہے۔ اور اُن کی جہالت نے اُن کو یہاں تک آمادہ کیا کہ جو کچھ فلسفیوں نے سکوف و مصروف کے باب میں لکھا ہے اُس سے بھی انکار کیا۔ اور یہ سمجھا کہ اُن کے یہ اقوال بھی خلاف شریع ہیں۔ جب یہ بات ایسے شخص کے کان میں پڑتی ہے جس کو

یہ امور دلیل قطعی سے معلوم ہو چکے ہیں تو اُس کو اپنی دلیل میں تو کچھ شک پیدا نہیں ہوتا لیکن اُس کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اسلام انہیں دلیل قطعی کے انکار اور جمل پر مبنی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فلسفہ کی محبت اور اسلام کی طرف سے بغض روز بروز ترقی پاتا ہے۔ پس جس شخص نے یہ گمان کیا کہ ان علوم کے انکار سے اسلام کی نصرت ہوگی اُس نے حقیقت میں دین اسلام پر سخت ظلم کیا۔ شریع میں ان علوم کے نفی یا اثبات سے کچھ بھی غرض نہیں کیا گیا۔ اور نہ ان علوم میں کوئی ایسی بات ہے جس کو امور دینی سے تعلق ہو۔ اس قول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے: **لے علم ہیئت کی نسبت جو کچھ نام صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ ثابت صحیح اور مستول ہے۔ اور جو نصیحت امام صاحب نے اپنے نانا کے لوگوں کو پانچویں صدی کے اخیر میں کی تھی وہ اس پورے صدی کے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے بھی مذہبی مفید و ضروری ہے۔ شاید کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو کہ امام صاحب کی یہ تحریر صرف علم ہیئت قدیم ایرانی سے متعلق ہو چکی ہے۔ جس کا کوئی کے نانا میں مدخل تھا۔ لیکن امام صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ انہیں کسی خاص نظام ہیئت سے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ علم ہیئت کی نسبت عام طور پر دئے نظریہ کی گئی ہے۔ خواہ وہ نظام بطلمیوسی ہو۔ یا نظام فیثاغوری یا کوئی اور نظام۔ صرف وہ اور قابل گمان ہیں۔ اول یہ کہ امام صاحب نے باہم ان امور محققہ کے انکار کو جو قطعی دلیل ہندسیہ سے ثابت ہو گئے ہیں اسباب تعجب و دین اسلام سمجھا ہے۔ قدیم یہ کہ قدیم ہیئت ایرانی سے بعض**

کہ چاند اور سورج منجھلا اللہ کی نشانیوں کے ہیں۔ جن کا غرض نہ کسی کی موت کے سبب ہوتا ہے اور نہ کسی کی حیات کے باعث۔

ایسے مسائل کی بربہ روایات اسلامی و تفسیر طار مفسرین داخل عقاید اسلام سمجھے جاتے تھے بخیریت ہر حال تھی۔ مثلاً ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو بیس کی راہ کا فاصلہ ہوتا۔ آسمانوں میں میاد کا ہونا۔ آفتاب کا گرم پانی کے چشمہ میں ڈوبنا۔ شہاب ثاقب کا ششاپلین کی لہر کے واسطے پھینکا جانا۔ سکون زمین کے پائے پھاڑوں کا بدترینوں کے کھانا جانا۔ زلزلہ زمین کا بڑھ کر ہلنا۔ حلقہ کے وقوع میں آنا وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام مسائل کی پرانی علم ویت تکلیف کرتا ہے۔ مگر بخیریت اس کے امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس علم کو نفیاً یا اثباتاً دین اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحب ان لغز و مصل روایات کو جن کا ہم نے اوپر اشارہ کیا داخل غیب نہیں جانتے تھے اور خاص دین اسلام کو ان میں سے بہت کچھ تھے۔ لیکن یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا امام صاحب کے پاس ایسی کوئی کوئی تھی جس سے وہ صحیح و غیر صحیح روایات میں تمیز کر سکتے تھے۔ اور جائز اور ناجائز کا فرق دیکھتے تھے۔ متواتر میں تو بجز کلام الہی کے اور کسی کوئی کا ہونا ممکن نہ تھا کیونکہ وہی ایک ہی کوئی ہے جس کی صحت کی نسبت کوئی مسلمان دم نہیں مار سکتا۔ اس کے سوا جتنی اند کوئی خیال میں آتی ہیں ان کی صحت متفق علیہ نہیں ہے۔ اور ان کی صحت کے لئے اند کوئی کی تلاش کرتی پڑتی ہے +

بہ متواتر میں تحریروں و روایات ایسی غریب کوئی ہیں جن کے نزدیک

پس جب تم ان کو دیکھو تو اللہ کو یاد کرتے اور نماز پڑھنے کی طرف متوجہ ہو۔ کوئی ایسی بات نہیں۔ جس سے انکار حساب واجب ہو کہ اس کے

ہر ایک غیب کا پیرو اور ہر علم کا عالم تحقیق حق کرتا ہے + یہ کوئی شان بزرگ کے مسلمانوں کے پاس سرور ہیں۔ اور امام صاحب کے پاس بھی اس سے بڑھ کر اند کوئی فیہ تحقیق کا نہ تھا۔ پس اگر اس لئے ہیں میں ہمارے سہولت دہی میں کوئی ایسا امر پایا جائے جس کی ان کوئیوں سے تنبیہ ہوتی ہو۔ تو اس کا ابطال و انکار واجب ہوگا +

امام صاحب نے اس امر کو اپنی کتاب تہذیب الفلاسفہ میں کسی قدر شیعہ بیان کیا ہے جس کو ہم بااختصار بیان نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ سہولت مسائل اختلافی کے جن میں فلاسفہ اور اہل اسلم کا باہم تنازع ہے بعض وہ مسائل ہیں جن سے اصول دین کو کچھ متو نہیں پہنچتا۔ اور نہ بغیر تصدیق اثباتاً کو مسائل کی تردید ضروری ہے۔ مثلاً علماء ویت کہتے ہیں کہ زمین کو ہے اور اس کے چاروں طرف آسمان ملبہ ہے۔ اور نور قر فرشتے سے مستفاد ہے۔ جب شمس و قمر کے درمیان کہ زمین کے مابین ہونے کی وجہ سے قمر تاریک رہ جاتا ہے تو اس تاریکی کو کوف قمر سے تفسیر کرتے ہیں۔ اور کوف شمس کے یہ سنی ہیں کہ ہمارے کہ زمین اور شمس کے درمیان چاند مائل ہو رہا ہے۔ اور یہ اس صورت میں واقع ہیں آتا ہے کہ جب وقت واد میں شمس و قمر کا عقد تین پہ اجمع ہو رہا ہے۔ بلکہ اس علم کے ابطال میں عرض نہیں کرتا چاہئے۔ کیونکہ ہم کو اس سے کچھ سروکار نہیں۔ جو شخص یہ گمان

قرآن سے چاند و سورج کی رفتار یا ان کا ایک وجہ مخصوص پر اجتماع یا
تکامل معلوم ہوتا ہے۔ قول مذکور بالا میں جو الفاظ لکھے اللہ و اذن تکلیف
کرتا ہے کہ ان مسائل ہیئت کا ابطال داخل و بندہ ہی ہے وہ میں پر ظلم کرتا ہے
اور اس کو ضعیف بناتا ہے۔ ان مسائل متفقہ علم ہیئت پر بندہ و صاحب کے مودے
یعنی وہی نفس قائم ہو چکے ہیں کہ ان میں شک کی مجال نہیں ہے۔ برہنہ من وہیل سے آیت
ہم اور اسے انکی غیب متبین کر لی ہو اور وہ صاحب کے مودے کو فوضوف کی پہلے سے خبر دے گا
یہ ہیں بجاؤ کہ کشف و کشفین یہ کشف و کشفین بجاؤ کہ کشف و کشفین بجاؤ کہ کشف و کشفین
ہے کہ اس کو اپنے قول کے یقینی ہونے میں تو شک ہونے سے رہا ہی۔
چنانچہ ہر شروع کی صداقت میں ہی اس کو شبہ پیدا ہوگا۔ پس بدل شخصے کہ
قابل دقت سے مائل دشمن ہتر ہے، ہر دقت شروع پر معقول طریقہ سے علم کئے
میں ان سے خذہ اسلام کو اس قدر خدو نہیں پہنچتا جس قدر ان لوگوں سے
پہنچتا ہے جو بیٹھنے کے بعد ہر شروع کی مدد کرتا چاہتے ہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ
دلیل متدی اصل علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شمس و قمر بنحو آیات خداوندی ہیں
ان کا کسوف و خسوف کسی کے مرنے یا بننے سے خلق نہیں رکھتا۔ جب تم کسوف
و خسوف دیکھو اللہ کی یاد کرو نماز پڑھو۔ اب اگر علوئے ہیئت کا قول
صحیح ہے تو اس کو اس حدیث سے کیا نسبت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے
کہ حدیث اور قول مذکور بالا میں تناقض نہیں ہے کیونکہ حدیث مذکور میں صرف
وہ باتیں بیان ہوئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ کسوف و خسوف کسی کے مرنے بننے سے
تعلق نہیں رکھتے۔ اور دوسرے یہ کہ کسوف و خسوف کے وقت نماز پڑھو لیکن

یستوی یصحح کہ بیان کئے جاتے ہیں وہ صحاح ستہ میں ہرگز موجود
نہیں +

جب شیخ میں قریب وقت زوال و غروب و طلوع شمس کے نماز پڑھنے کا حکم پایا
گیا ہے تو کسوف شمس کے وقت بھی احتیاطاً نماز کے حکم دینے میں کیا مہیا تھا
ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ایک آیت حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتل آیت
فرمایا ہے کہ جب کسی نے پر اللہ تعالیٰ کی قیام پاتی ہے تو وہ شیخ اس کے
آگے سرنگوں ہو جاتی ہے۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ اتل تو ان نادرہ الفاظ کی
صحت مشتبہ ہے۔ انہیں صحت مادی کی تکلیف واجب ہے۔ لہذا اگر یہ
روایت صحیح بھی ہو تو اسے تعلیق کے انکار کی برکت ہیسی روایت کی تاویل کو حاصل
ہے۔ بہتیری جب بعض ایسے دلیل تعلیق کے وجہ سے جو وضوح میں اس حد
حکم نہیں پہنچتے تھے جس قدر دلیل حد بارہ کسوف و خسوف پہنچتے ہیں۔ ظاہر
آیت کی تاویل کنی چڑی ہے +

لام صاحب کی اس تمام تقریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر روایات و مسائل خبری میں
کوئی اور جو منہو ملت اصول دین نہ ہو کسی مسئلہ علم حکم کے خلاف پایا
جائے۔ اور مسئلہ حکم کے ثبوت میں دلیل نفسی موجود ہو۔ تو ایسے امر مذہبی کی
تاویل کرنی لازم ہوگی۔ دلیل نفسی کی تعریف اور اس کی شرائط قیام لال ہمارے
مستوفی سے خارج ہیں۔ اس نے ہم ان پر اس وقت بحث کر کے قلم بکشت کرتا
نہیں چاہتے۔ اہمیت اتنا یاد رکھنا چاہئے کہ جن دلیل پر ہیئت صبیہ جی ہے و
دلیل ہیئت یحییٰ سے بعد چنانچہ یہی ہیں۔ اور اگر لام صاحب دلیل علم ہیئت

علم ریاضی کی حرکت اور آفت قویہ یعنی جو بیان کی گئی +
 ۲۔ منقبات - اس علم کا کوئی مسئلہ بطور نفی یا اثبات دین سے
 بابت کو تعلق قد دیتے ہیں۔ توحیدت جیدہ کے دلائل کو ان کے مقابلہ میں شاہد
 یعنی یا مین یقین کہنا چاہئے۔ عقود انہی سے دیکھنا چاہئے کہ ہمارے علماء
 غافل حال کا اس بناء پر علم دیکھ کر مخالفت کرے کہ ان سے تکذیب عقاید دینی
 کی ہوتی ہے فی الواقع کہاں کہاں پہنچ رہے ہیں اور کھائے ہیں کہ ہمارے علماء
 مشرکین نے جو کچھ مطلب دیا ہیں ان کے تفسیریں لکھا ہے جن میں ابوام
 سادی کا کلمہ ذکر آیا ہے۔ چہرہ بولائی جس کی صاف تکذیب کرتا ہے۔ پس اس
 قسم کا الزام داکر ایسا الزام کیا کہتا ہوں سرسریہ جیدہ پر ڈال دینا
 محض تعصب و عداوتی ہے۔ جہاں تک ہمارے خیال پہنچتا ہے شاید صرف دہرہ
 عادی بھی سموت کا ہی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی حقیقت جیدہ تکذیب کرتا ہے
 اور حقیقت قدیم تکذیب نہیں کرتا۔ پر در حقیقت حقیقت قدیم نے اس مسئلہ اسلامی
 کو بھی بالکل اچھوٹا نہیں چھوڑا۔ بلکہ فرافک ثابت کر کے دہرہ سچ سچ سچ
 لا بھی بے باطل کر دیا۔ پس ہم بیان کریں کہ پھر حقیقت جیدہ کے آثار کون سے
 ایسے مسائل جیدہ جن سے مسائل دینی کی تکذیب ہوتی ہے اور عقاید مذہبی میں
 تزلزل واقع ہوتا ہے۔ لیکن باطن میں اگر ایسے مسائل ہیں بھی تو بقول امام
 صاحب امور تفسیر کے انکار کی نسبت ان کی تاویل کر دینا سہل تر ہے۔ اور
 دین اسلام کو سخت ہدایت کی آفت ہے۔ یہاں سے ہمارے ہر کسی اس کے بے باطل
 حقیقت جیدہ کے دھپے چھڑا کر اسلام کی کمال بے غواہی کرتا اور ملی دنیا میں

تعلق نہیں رکھتا ہے۔ منقہ کیا ہے؟ غور کرنا طریقائے استدلال و
 قیاسات پر۔ و نیز غور کرنا اس امر پر کہ عقائد بران کے کیا بنیاد
 شرعیہ ہیں۔ اور وہ کس طرح مرکب ہوتے ہیں۔ مد صبح کی مشہور دلیل
 کیا ہیں۔ اور ان کی ترتیب کس طرح ہوتی ہے۔ و نیز شفق۔ امولہ کہ
 علم یا تصور ہے۔ جس کی معرفت مد پر منحصر ہے۔ یا تصدیق جہنم کی
 معرفت بران پر منحصر ہے۔ اور ان امور میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو
 انکار واجب ہو۔ بلکہ تو ایسی قسم کی باتیں ہیں جو خود علماء مجاہدین اور
 اہل نظر سے مد باب دلائل بیان کی ہیں۔ اور اگر کچھ فرق ہے تو معرفت
 عبارات و اصطلاحات کا ہے۔ یا اس بات کا کہ انھوں نے توفیقات میں
 زیادہ بیان کیا ہے اور بہت تفسیریں کی ہیں۔ اس باب میں ان کے کام
 کی مثال یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ ہر آفت ہے تو پس سے
 یہ لازم آتا ہے کہ بعض آفت ہے۔ یعنی جب یہ صبح ہے کہ نہ ہر آفت
 حیوان ہے تو لازم آتا ہے کہ بعض حیوان انسان ہیں اور اس صبح
 کو اہل شفق اپنی اصطلاح میں اس طرح بیان کیا کرتے ہیں کہ ہر آفت
 قدام شفق سے دین کر کچھ کلیہ کا عکس موجب جزئیہ ہوا کرتا ہے۔ انہی پس
 تعلق نہیں اور ان کے انکار ان امور کا بھلا اصولی دین سے کیا تعلق
 سے خوف یا اعتقاد ہے ہے کہ اس سے اعراض و انکار کیا جائے
 اگر انکار کیا جاوے گا تو اس انکار سے بجز اس کے اور کچھ حاصل
 نہیں کر سکیں گے جس کا صواب ہمارے علماء کی گواہی پر ہو کہ ہر آفت

نہ ہوگا کہ اہل منطق ایسے منکر کی عقل کی نسبت بلکہ اس کے دین کی نسبت ہی جو اس کے زعم میں ایسے انکار پر مبنی ہے یہ اعتقاد چاہیئے۔ اہل اہل منطق اس علم میں ایک تباہی کی میں بھی پڑے ہوئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ برہان کے واسطے چند شرائط کا جمع ہوتا بیان کرتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ شرائط مذکور سے ہر محالہ یقین پیدا ہوگا۔ لیکن مقابلہ دین پر ہونے پر وہ ان شرائط کو نہ نبھاسکے۔ بلکہ انہوں نے اس باب میں غایت درجہ کا قائل رہتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص منطق پڑھتا ہے اور وہ اس کو پسند کرتا ہے کہ یہ ایک علم واضح ہے۔ تو اس کو یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ فلاسفہ کے جو کفریات منقول ہیں ان کی تائید میں بھی اسی قسم کے دلائل ہوں گے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالب علم قبل اس کے کہ علوم آئینہ تک پہنچے کفر کی طرف مائل کرتا ہے۔ پس یہ آفت منطق کی طرف ہی مشوب ہے۔

۳۔ **طبیات** علم الطبیات۔ اس علم میں اجسام عالم مادی و کماکب

طبیات کی نسبت اہم صاحب نے اس مقام پر کچھ زیادہ نہیں لکھا بلکہ کتاب تہافت الفلاسفہ کا حوالہ دیا ہے۔ کتاب تہافت الفلاسفہ میں طبیات کی زیادہ تفصیل کی ہے۔ چنانچہ اس کا خلاصہ ہم اس جگہ بیان کرتے ہیں۔

اہم صاحب فرماتے ہیں کہ طبیات کے آٹھ اصول ہیں اور سات فروع۔

(۸۔ اصول۔ ہیں)

(۱۰) علم لازم جم یعنی انتظام۔ حرکت۔ تیسر۔ ناس۔ مکان۔ وقت۔

و اجسام مفردہ کرہ۔ ارض۔ شلہ۔ پانی۔ ہوا۔ آگ و اجسام مرکبہ۔ مثلاً۔ حیوانات۔ نباتات۔ معدنیات کی بحث ہوتی ہے۔ اور نیز اس امر کی بحث کی جاتی ہے کہ وہ کیا سبب ہیں جن سے ان اجسام میں

(۱۲) علم اقسام عالم یعنی سموت و ابر عناصر۔

(۱۳) علم کون و فاء۔ تولد۔ توالد۔ استواء وغیرہ۔

(۱۴) علم استزادات ابر عناصر میں سے بادل۔ بارش۔ رعد۔ برق۔ ہلہ و قوس۔

(۱۵) قروح۔ ریاح۔ ٹولڈے پیدا ہوتے ہیں۔

(۱۶) علم معدنیات۔

(۱۷) علم نباتات۔

(۱۸) علم حیوانات۔

(۱۹) علم نفس حیوانی و فانی اور ک۔

(۲۰) قروح۔ ہیں۔

(۲۱) علم طب یعنی علم صحت و مرض انسان۔

(۲۲) علم نجوم۔

(۲۳) علم قیافہ۔

(۲۴) علم تعمیر خوب۔

(۲۵) علم فہمات یعنی قرآن سادی کو اہل علم ارض سے دانا اور بحالیہ

غریب انفال کی قوت پیدا کرنا۔

(۲۶) علم تہذیب و تمدن۔ تمدن فہم کی چیزوں کا دانا کہ اس سے کوئی عجیب

تفسیر اور استعمال اور استخراج مقرر ہوتا ہے۔ اس کی مثال بینہ طیبہ کی سی ہے جو جسم انسان اور اس کے اعضاء ویدہ اور اعضاء خادمہ اور اسباب استعمال مزاج کی نسبت بحث کرتا ہے اور جس طرح انکار

تھے چاہو +

۱۷، علم کیا +

۱۸، امام صاحب فرماتے ہیں کہ ان علوم کے کسی اور سے شرط اخافت لازم نہیں صرف چار مسئلے ہیں جن میں ہم غفلت کرتے ہیں +

۱۹، انکار کا یہ قدر دینا کہ سبب اور موجب میں جو لازم پایا جاتا ہے وہ ضرورتاً ہینے نہ جب بغیر سبب کے پیدا ہو سکتا ہے نہ سبب بغیر سبب کے +

۲۰، نفس انسانی جوہر قائم بندہ ہے ۴۴، ان نفس لازم ہونا حال ہے + ۲۱، ان نفس کا پھر ابرہہ میں وہیں آتا حال ہے +

۲۲، مقام پر امام صاحب نے چار مختلف مسئلوں کو خلط غلط کیا ہے ۱۱، یہ تصحیح نہیں کی کہ جو شخص ان مسائل اربعہ کا قائل ہو جس کی نسبت کیا حکم ہے - ان مسائل اربعہ میں سے جن میں امام صاحب انکار سے اخافت کرنا ضروری جانتے ہیں مسئلہ اول تو یقیناً ایسا ہے کہ امام صاحب اس کے قائل کی نسبت بخیر جانچ نہیں سکتے کیونکہ کلام اسباب غیبی کے باب میں فرق منزلہ کی گنجی میں ملے ہے۔ اور امام صاحب نے منزلوں کی تردید سے منع فرمایا ہے +

مسئلہ ثانی کہ سب اہل اسلام تسلیم کرتے ہیں اور جمہور اہل اسلام کا یہی اعتقاد ہے کہ نفس انسانی جوہر قائم بندہ ہے۔ امام صاحب نے حکما سے صرف طریق ثبوت

جو چند مسائل انکار حیثیات علم طب شرط دین نہیں ہے اسی طرح یہ بھی شرط شرط دین نہیں ہے۔ دین نہیں ہے کہ اس علم سے انکار کیا جاسکے۔ جو چند مسائل خاص کے جن کا ذکر ہم نے کتاب تہافت الفلاسفہ میں مذکور میں غفلت کی ہے۔ ہینے امام صاحب یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ جن

۱، دلیل عقلیہ سے حکما نفس انسانی کا جوہر قائم بندہ ہونا ثابت کرتے ہیں۔ دلیل اول اس فرض کے ہینے کافی نہیں ہیں۔ چنانچہ امام صاحب تہافت الفلاسفہ میں فرماتے ہیں کہ اس باب مسئلہ ثانی میں جو کچھ حکما نے تحریر کیا ہے اس میں کوئی بات نہیں ہے جس کا اردئے فروع انکار واجب ہو بلکہ امام صاحب حکما کے اس دعویٰ پر اعتراض کرتا ہے کہ بڑا ہی عقلیہ کے ذریعہ سے نفس کا جوہر قائم ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ نیز اس امر کو نہ خدا تعالیٰ کی قدرت سے مبرا سمجھتے ہیں نہ یہ کہتے ہیں کہ شرح اس کی اخافت ہے +

۲، چنانچہ اس مسئلہ ثبوت کے باب میں جملہ اہل اسلام کا اعتقاد ہے کہ مدفع انسانی جسم کے ساتھ فنا نہیں ہوتی بلکہ جسم سے علیدہ ہونے کے بعد باقی رہتی ہے اس مسئلہ میں بھی امام صاحب نے حکما سے صرف طریق ثبوت مسئلہ مذکور میں غفلت کی ہے نہ نفس مسئلہ - بلکہ صرف مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے قائل کہ امام صاحب کا قرار دیتے ہیں اس مسئلہ کی نسبت ہم نے ایک علیدہ تفسیر میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے +

بحث تلازم اسباب طبعی

اگرچہ مسائل اربعہ مذکورہ ہیں سے مسئلہ اولیٰ امام صاحب کے نزدیک یقیناً

یہی تھی۔ نہ ان مسائل کے سامنے اللہ مسائل میں مخالفت واجب ہے۔ ہر جگہ کے حلوں پر جو کہ وہ اس میں داخل ہیں۔
مسئلہ تیسرا ہے جس کے کمال پہلے فرقہ کفر ہو۔ لیکن یہ مطلب یہ نہایت ہم مسئلہ ہے۔ اور اس مسئلہ میں اس پر بحث کرنے کی نیاد ضرورت پیش آئی ہے۔ کیونکہ اگر متفقہ ہو سکتا ہے تو غلط فہمیاں ہے جس پر اگر مذہب کے مدار پر مقرر ہے اور اللہ پائش پائش ہے۔ اس لئے ہم امام صاحب کے دلیل پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن اس مسئلہ کے ساتھ نظر کرنا چاہئے ہیں۔ تمنا فقہ الفلاسفہ میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر کلام غیبی ہے کہ سبب اللہ سبب ہیں۔ ہر متانت پائی تائی ہے وہ ضروری ہے جیسے سبب اللہ سبب کے ذہن اس قسم کا لازم ہے کہ کنگ نہیں کہ سبب غیر سبب کے اللہ سبب کے سبب کے سبب ہے۔ اس مسئلہ میں ہم کو ہمارے ساتھ اس مسئلہ سے قطع لازم ہے کہ اس سے کل مجزوت و فراق عبادت کا شقہ الہی کا سبب بن جائے۔ مقرر کا بعد ہوتا۔ چاند کا پھٹ جانا وغیرہ کا انکار لازم آتا ہے۔ چنانچہ ہر لوگ اس بات کے قائل ہوتے ہیں کہ ہر شے کا اپنے ہونے میں پر قائم رہنا ضروری ہے۔ انھوں نے ان تمام امور پر جو کہ ثابت کیا ہیں۔ لیکن یہ متفقہ سبب اللہ سبب کے ذہن لازم ضروری نہیں ہے ثابت سبب شخصیت ثابت سبب الہی سبب شخصیت فی سبب نہیں ہے۔ شقہ پائی پئے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اللہ سبب ہونے پر ان کے قوی آئے۔ اور ملنے وغیرہ ثابت ہیں وہ حادثات کا ایک اور مسئلہ کے مطابق ہونا چاہئے ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ اس متانت کو وہ جو اس کے اندر ہے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنے

اصل اصول تمام مسائل کا یہ ہے۔ کہ آدمی اس بات کو جان لے۔ کہ حقیقت یہی ہے، مگر تعالیٰ کی تسبیح میں ہے۔ کوئی کام نہ کرے۔ خود بخود خود اللہ سے آپ ایسا مسئلہ مقرر کرنا ہے۔ اس قسم کے حادثات ہمیشہ ایک اور مسئلہ کے مطابق واقع ہوتے ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ فی نفسہ ہی حادثات ہیں۔ لیکن یہی مسئلہ ہر جگہ ہے جس کی وجہ سے ضروری ہے کہ ایک اور مسئلہ کے مطابق واقع ہوں۔ مثلاً اگر سے پئے کی مثال پر خود کر۔ ہم کہتے ہیں کہ قرب آتش اور پئے جس ضروری لازم نہیں ہے۔ پئے مثل اس بات کو جائز مقرر ہے کہ کسی کے ساتھ جگہ کا قرب ہو اور نہ پئے جو ایک سے بل کہ کثیر ہر جگہ ہے اور ایک کے قرب نہ ملے ہو۔ ہمارے مآخذین کا یہ دعویٰ ہے کہ فاضل امراق آگ ہے اور آگ فاضل مائع ہے۔ فاضل باغیہا۔ یعنی آگ کی ذات متفقہ اس امر کی ہے کہ امراق اس سے دفع میں آئے۔ ہم کہتے ہیں کہ فاضل امراق اللہ تعالیٰ ہے۔ ہر مسئلہ علیک! بغیر واسطہ ہو۔ کیونکہ آگ بات خود ہے جان لے۔ ہم اپنے مآخذین سے سوال کرتے ہیں کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ فاضل امراق آگ ہے؟ اس کا جواب غائب ہے۔ یہ ہیں گے کہ ہر شاہد یعنی سے ثابت ہے لیکن شاہد سے تو صرف اس قدر ثابت ہے کہ بروقت قرب آتش امراق دور میں آتا ہے لیکن یہ ثابت نہیں کہ ہر قرب آتش امراق دور میں آتا ہے۔ یعنی یہ ثابت نہیں کہ آگ کا قرب علت امراق ہے۔ بلکہ یہ ثابت نہیں کہ آگ فاضل مائع میں واقع اور وقت بدر اللہ حق پیدا کرنے کا فاضل امراق تعالیٰ ہے۔ باب عامل حیات و حیاتی و شرفی و دیگر قسم مدد کا نہیں سمجھا جاتا۔

نہیں پایا۔ بلکہ اس سے اس کا خالق خود کام لیتا ہے۔ چاند۔ سورج اور
تارے اور ہر شے کی پھر سب اس کے قبضہ قدرت میں سفر ہے۔

نور و ترویح کے لئے ہم ایک نور مثال کہتے ہیں۔ اگر ایک ایسا اندھا لدا دعا پایا
جائے کہ اس کی آنکھ میں مادہ ہو اور اس لئے کہی نہ سنا ہو کہ رات اور دن
میں کیا فرق ہوتا ہے۔ اور ایک دن کے وقت اس کی آنکھ سے مادہ دور ہو جائے
تو وہ ضرور یہ کہے گا کہ مجھے اس کا نظر کرنا ہے اس کا حامل آنکھ کا کھل جانا
ہے۔ مادہ ساتھ ہی یہ بھی کہے گا کہ جب تک اس کی آنکھ میچ و سالم اور کھلی
رہے گی۔ اور اس کے سامنے کوئی اوٹ نہ ہوگی۔ اور شے عقابہ رنگ دار ہوگی تو
ضرور ہے کہ وہ رنگ اس کو نظر آئے۔ اس کی سمجھ میں نہ نہیں آ سکتا کہ جب یہ
سب شایہ موجود ہوں تو وہ شے ہم کیوں نہ نظر آئے۔ لیکن جب سورج غروب
ہوگا اور رات تاریک ہوگی تو اس کو معلوم ہوگا کہ اشیاء کا نظر آنا اور نہ آنا
کے تھا۔ پس ہمارے مخالفین کو یہ کس طرح معلوم ہے کہ مبادی وجود میں ایسے
اسباب و علل موجود نہیں ہیں جن کے اجتماع سے یہ حادث پیدا ہوتے ہیں؟
لیکن چونکہ یہ اسباب و علل ہمیشہ قائم رہتے ہیں اس لئے ان کا ہونا بکو موسوں
نہیں ہوتا۔ الا اگر وہ کسی معلوم یا غائب ہوا مابین تو ہم کو ضرور فرق معلوم ہوگا
اور ہم سمجھیں گے کہ جو کچھ ہم کو مشاہدہ سے معلوم ہوا تھا اس کے علاوہ آدہ
بھی سب تھا +

مگر ایک اور فرق تھا۔ اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ یہ حادث مبادی وجود سے
پیدا ہوئے ہیں۔ مگر مختلف صورتوں کے قبول کرنے کی استعداد اسباب متعارف

پھر کا کوئی فعل خود بخود بذاتِ صادر نہیں ہوتا +

۴۔ انبیاء - اس باب میں فلاسفہ نے زیادہ غلیظاں کہاں

سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن یہ حکا کہتے ہیں کہ ان مبادی سے جو ہر شے صادر ہوگی
ہیں ان کا صدور بھی اعتیادی طور پر نہیں بلکہ لازمی وطن طور پر ہوتا ہے۔ اسکا
ہم مدخل پر جواب دیتے ہیں۔ اول ہم اس امر کو تسلیم نہیں کرتے کہ مبادی سے
یہ افعال اعتیادی طور پر صادر نہیں ہوتے۔ مادہ اللہ تعالیٰ کے افعال لازمی نہیں
ہیں۔ لیکن بیان ایک سنت اعتراض قاطع ہوتا ہے۔ یعنی اگر اس امر سے انکار
کیا جائے کہ سبب اور سبب میں کوئی لازم نہیں ہے۔ اور ان کا باہم وقوع میں
ہونا محض مادہ صانع پر منحصر ہے۔ اور مادہ صانع کا کسی قسم کا تعین نہیں تو یہ بھی
بامعنا ہوتا جائز ہوگا کہ شاید ہمارے دور خود کا دوسرے موجود ہوں۔ یا آگ خشک
ہو چکی ہو۔ یا دشمن مسلح قتل کے لئے مستعد کھڑے ہوں۔ اور یہ چیزیں بکو نظر
نہ آتی ہوں۔ غرض سبب اور سبب کے درمیان لازم کا انکار کرنے سے کل حاجیات
ضروریہ پرست ہمارا اختیار اٹھ جاوے گا +

اس اعتراض کا یہ جواب ہے کہ اگر ہم یہ کہتے کہ امر ممکن الوقوع کے عدم
وجود کا علم انسان میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ تو بے شک ہم پر اس قسم کے الزامات
لگ سکتے تھے۔ لیکن ہم ان امور میں جو پیش کلا گئے ہیں کسی تہہ نہیں
کرتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں یہ علم پیدا کر دیا ہے کہ وہ ان ممکنات کو
کبھی وقوع میں نہیں دیتا ہے۔ بہر حال یہ دعویٰ نہیں کریں کہ ان امور واجب ہیں
مگر ہم بھی ان کو ممکن تو دیتے ہیں۔ یعنی جائز ہے کہ وہ وقوع میں آئیں

ہیں۔ خلق میں جن برہمن کو انہوں نے بطور شرک قرار دیا تھا ان کا
 نام نہیں۔ لیکن چونکہ عمل المتفرجہم ان کا وقوع ایک خاص وضع پر دیکھتے آئے
 ہیں اس لئے نادرہ میں بھی ان کا وقوع اسی وضع خاص پر قائم رہا ہے
 فہنوں میں ایسا جم گیا ہے کہ وہ خیال نہیں سے ہرگز متفرج نہیں ہو سکتا۔ لیکن
 ہے کہ ایک شخص کسی طریق سے معلوم کرے کہ فلاں شخص کل کو سفر سے واپس
 نہیں آئے گا۔ تاہم اس کا انا ممکن الوقوع ہے۔ لیکن اس کو اس ممکن الوقوع
 کے عدم وقوع کا یقین حاصل ہے۔ اس طرح ہو سکتا ہے کہ کوئی شے اللہ کے
 نزدیک ممکن ہو لیکن اس کے علم میں نہ آتے ہو کہ باوجود اس امکان کے وہ
 اس کو کبھی وقوع میں نہیں دے گا۔ اور وہ ہم میں بھی یہ علم پیدا کرے کہ
 وہ شے ہرگز وقوع میں نہیں آئے گی۔

احضار مذکورہ او سے کہنے کا ایک آسان طریق بھی مل سکتا ہے۔ ہم تسلیم
 کرتے ہیں کہ ضرور آگ میں ایک صفت ہے جو مستثنیٰ صدور احتراق ہے اور بیگ
 اس میں وہ صفت موجود ہے ممکن نہیں کہ اس سے فعل احتراق صادر نہ ہو
 لیکن اس میں کیا اشکال ہے کہ کوئی شخص ہر گز وہاں جانے لگا کہ وہاں
 آگ ہو کہ بڑا اصلی صورت پر قائم بلکہ اس کی صفت اصلی یا اس شخص کی صفت میں
 تغیر پیدا کرے اس شخص کو احتراق سے محفوظ رکھے یا پانچ بعض اوریہ کے پہلے
 سے آگ کی سوزش سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ نتیجہً

نام صاب کی اوپر کی تیرہ سے قیاح منسلک بل قابل ہوتے ہیں
 (۱) داخل احتراق اللہ تعالیٰ ہے +

ایسا ایسے باب میں آئے ہیں نہ ہو سکا۔ اسی واسطے ان میں ان چیز

(۱) داخل احتراق لازمہ اس کے لئے سبیل اختیار صادر ہوتا ہے +
 (۲) ممکن ہے کہ عالم میں قحطی مل و بسبب موجود ہوں اور بسبب ہوا میں کہ
 لازم محض قحطی ہو +

(۳) بہت سے امور ممکن الوقوع کہ اللہ تعالیٰ وقوع میں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ
 غایت اعلیٰ کے سوائے انسان میں بھی اللہ تعالیٰ سے ایسے امور ممکن الوقوع
 کے عدم وجود کا علم صحیح کر دیا ہے اور وہ علم نہیں سے شک نہیں
 ہو سکتا +

(۴) سبب کی صفت سوزہ میں تغیر کر دینے کے سبب اور سبب میں احتراق
 ممکن ہے +

اقول۔ علم بھی و چر علم شہود سے جو نادرہ حال میں اللہ تعالیٰ کی شہادت پر
 پہنچ گئے ہیں ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات یعنی مادی کا نظام
 ثابت مضبوط اور مستحکم نہیں سے کر رکھا ہے۔ اور ہر شے کا غور سے پتہ ہے
 حکمت سے ایک وضع خاص پر مقرر کیا ہے۔ انسان کی حالت نہیں کہ اس کی
 حکمت کی غرض معلوم کرے۔ انسان کی عقل کی غایت رسائی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
 سے غور وادب کے جو اوصاف خاص متفرق ہیں ان میں سے چند اوصاف صادر
 کرے۔ اور اس صانع بچکان کی قدرت کا سامنے ہو مستحسین ثناء رکھی ہیں۔
 ان کو دریافت کر کے اپنی پانچ عقل کے مجر و تصور کا احراز کرے۔ غرض کائنات
 ہے مختلف حصہ عالم ہے۔ حیوانات و نباتات اور کائنات تجربہ میں مدیام

ان میں بہت اختلاف ہو گیا۔ حقیقت میں ارسطو نے مذہب فلسفہ کو
 ایسی ستائشیں دی ہیں جس سے انسان مسلم کر کے اس کائنات کا خالق ایک
 خدا وجود دیکھ کر ہے۔ پھر جن اوضاع پر متہ خالق نے اشیاء کو خلق کیا ہے
 اور جو مناسبتیں ان میں ہیں ان کو یہاں تک دیکھا کہ ایک نظم عالم
 قائم ہے ان میں تفریق نہیں ہے۔ اور اہل انسان کے ذہن میں اپنی قدرت
 سے ان کے بغیر تفریق ہے۔ کائنات میں پیدا کر دیا ہے تاکہ اس آدمی انسانی
 زندگی خلقی ان مناسبات سے اہم عام ملتا رہے۔ اور خدا کی نعمت کی شکر گدہ ہو
 ان اوضاع خاص کو جن پر اشیاء خلق کی گئی ہیں اور ان کے باہمی تعلقات کو تو ان
 قدرت سے فہم کیا جاتا ہے۔ قوانین حقیقت کا بیان وہ اصول فیزی پر مبنی ہے
 اصول اول ہے کہ ہر شے کے لئے کوئی دکنی علت ہونی ضرور ہے۔ اصول
 دوم ہے کہ اگر کسی شرط یا شرائط کے جمع ہونے یا کسی مانع کے ہٹنے
 ہونے سے کسی وقت کوئی واقعہ نمود میں آئے تو اگر وہی شرط یا شرائط پھر کسی
 وقت منع ہوں گی یا وہی مانع یا مانع ہوں گے تو وہی واقعہ پھر نمود میں
 آئے گا۔ یعنی حالات مشابہ میں مشابہ نتیجہ پیدا ہوگا۔ یہ ہر دو اصول انسان
 کی مشرت میں داخل ہیں۔ گویا روح انسانی ان اصول کے علم کو اپنے ہرگز لیکر
 آتی ہے۔ اور ان کتاب کو اس میں داخل نہیں جیتا۔ مگر یاد ہے کہ ہمارا یہ
 مشاعرہ نہیں ہے کہ قوانین قدرت بغیر ان کتاب مثال نہیں کئے جاتے۔ بلکہ قوانین
 قدرت کے دریافت کرنے کا بجز تجویز و مستعار یعنی ان کتاب کے اند کوئی طریقہ
 نہیں ہے۔ ہم صرف یہ کتنا چاہتے ہیں کہ کسی حالت خاص میں ایک واقعہ کا

مذہب اسلام کے بہت قریب قریب پہنچا دیا ہے جیسا کہ فارابی نے
 وقوع میں آیا دیکھ کر پھر ویسے ہی حالت میں اس واقعہ کے وقوع کا تخمینہ وضع
 ہوتا جس قدر ہی اس سے۔ کیونکہ جن نذ سے انسان کہنے پر مجب کے قابل ہوتا
 ہے وہ اس سے پہلے بھی اپنے آپ میں اس نتیجہ کو سمجھ رہا ہے۔ چنانچہ
 دیکھو کہ اگر وہ آگ کی چنگاری سے ایک مٹیہ جل جانے تو وہ دوسری مٹیہ
 چنگاری سے جلا دے گا۔ یا اگر اس کو ایک شخص سے کسی قسم کی بغلیں ہوئی
 ہے تو وہ اپنے اس شخص سے غایب رہے گا۔ ہر ایک شے کی علت کا جیسے
 میں نے اہل کائنات میں ایک ہی علت سے ایک ہی قسم کے معلول کے
 شروع ہونے کا خیال ہر ایک اہل نذ کے انسان میں پلا جاتا ہے۔ مختلف قسم
 کے اہم مثلاً نیک و بد شگون۔ یا سد و سوات و تہذیب و غیرہ تعلقات
 ہمارے اصل ہی مودا ہی اصول ہیں۔ کیونکہ جب وہ تعلقات متعلق ہوتے
 ہیں تو انسان باطل ان میں تعلق دریافت کیا جاتا ہے۔ اور اکثر عقلی سے ان کو
 سبب اتفاق کو نسبت علت پر حمل کر دیتا ہے۔ لیکن جب انسان اس مہول
 نظری پر احتیاط سے کاہنہ ہوتا ہے تو وہ صحیح قوانین قدرت تک پہنچے جاتا ہے
 فقط اشخاص کے تیروں کا انکسار نہ ہو جاتا۔ پھر اس جماعت کے بجز
 متفقہ کا ایک دوسری بات کے بجز متفقہ سے۔ سمجھ ہوتا۔ پھر ایک ملک کے عوامی
 تجربہ کا دوسرے ملک کے عوامی تجربہ کے مطابق پلا جاتا اور ہر ایک انسان کے
 مطابق کا فرقہ انہی کے مصلحت کے میں موافق ملتا ان قوانین کی مصدقہ
 نسبت تحقیق کامل پیدا کر دیتا ہے۔ پھر جب اس تجربہ کی بناء پر نذ تجویز کی

اپنی پینٹا بنے بیان کیا ہے۔ لیکن جن مسائل میں انھوں
پیشین کریمان ہونے لگتی ہیں اور وہ بالکل صحیح لگتی ہیں۔ تو اس قرآن میں نصرت
کے پیشین ہونے کی نسبت کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہتا۔
ہادیہ ایچ کی آخر سے واضح ہو چکا کہ اس پیشین کی بنیاد قرآن میں
تغیر و تبدل نہیں ہوتا ہے اور اصول پر ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اس
پیشین میں اس امر کو کہ اصل نہیں کسی مسئلہ کی علت اصلی اور واقعہ ہے جو
چاہے اس مسئلہ کے متعلق واقعہ میں آئی ہے۔ اس کی علت اولیٰ الہی ہے یا
عقلی اللہ معلوم علت ہے جس میں اب کسی جگہ کی مثال چرغور کرو۔ اگر ایک حالت
میں جگہ سے دوسری کا جانا دیکھا گیا ہے تو ہماری ہی حالت میں دوسری ہی دوسری ضرور
جگہ کی خود داخل احراق اور جو بخیر اللہ تعالیٰ بواسطہ ملاکہ یا بواسطہ ملاکہ ہو
ہو یا یہ جگہ دعویٰ نہیں کر جگہ میں اور احراق اللہ احراق ہے جگہ پیدا نہیں ہو سکتی۔ بلکہ
ہم فرقہ کرتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو پانی سے احراق کا کام لیا کرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ
نے انسان کے دل میں یہ پیشین پیدا کر کے کہ وہ اذیت نہیں اذیت وقوع میں
نہیں ہوتی گے خود اس بات کا احترام فرماتا ہے کہ وقت نفس لادری کے ہوتے تو
کو بھی وقع خاص پر جاری رکھے۔ اور جب تک خدا تعالیٰ کو یہ توفیق قدرت
قائم رکھنے منظور ہیں تب تک ہمارے ذہنوں میں یہ اذعان بھی قائم رہے گا
بے شک خدا تعالیٰ ہر امر کو ہر تہ پر قادر ہے اور اگر وہ چاہے تو ان قوانین قدرت
کو توڑ پھوڑ کر ان قوانین جاری کرے۔ اور ان قوانین کے مطابق ہم میں دوسری

نے عقلی کائناتی ہے وہ کلی پیشین مسائل ہیں۔ اذاتجہ تین
قسم کا اذعان پیدا کرتے۔ فان اللہ علی کل شیء قہید۔
اس اذعان کا وجود خود امام صاحب نے تسلیم کیا ہے اور قوانین قدرت کو عقلی
تغیر سے عدم وقوع و ثابت ضروریہ کا براہ راست پر تیار ہوتا ہے اس کے
جواب میں اس اذعان کو پیشین بھی ہے۔ جب امام صاحب نے اس اذعان کو
تسلیم کر لیا۔ اور یہ بھی مان لیا کہ وہ اذعان اعلم ہم سے شک نہیں ہو سکتا تو
آپ ہدایت سوال ہے کہ کیا یہ علم وہ اذعان در حقیقت غلط ہے یا صحیح و اگر صحیح
ہے تو یہ کوئی تغیر نہیں ہے بلکہ حق میں جن قوانین قدرت میں مختلف ہوا ہوتا تو
ہمارا ممانعت ہے۔ مگر وہ اذعان غلط ہے جسے بعض نادہیں اپنے نظریہ پائے
جاتے ہیں جن میں وہ قوانین ٹوٹے تو خداوند تعالیٰ کے تمام کائنات قدرت کو ممانعت
دعوے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مستحقان اللہ عطا یعقون۔ کیا حالت ہے
اس بات کی کہ ہمارے اذکار کائنات سمیت مزاج و سواط طبع ہمیں دیکھائیں
دیتے ہیں یا کہ اس طرح اطمینان ہو سکتا ہے کہ ہماری ہتھیں پانی پینا ہیں اور کان
شنوائی ہیں اور زبان فائدہ ہیں اور دیگر حواس اپنے اپنے حد و کثرت میں ہیں دیکھ
نہیں دیتے و خداوند تعالیٰ کی مثال اس مثال کی مانند تیسرے کی جس کے ایک
بھڑکنے یاٹ سے مٹی کے تمام پاؤں پر بھڑکنے ہونے کا انتقال ہوتا ہے۔ پس
امام صاحب کے نتیجہ دیکھ کے باب میں ہم صرف اسی قدر کہنا چاہتے ہیں کہ اگر
فعل احراق صواب قول امام صاحب اللہ انہی سے علی سبیل التفسیر صادر ہوتا ہے
تو ہمیں جلا صاحب وقت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ انہی سے علی سبیل التفسیر احراق

مسائل تو ایسے ہیں جن کو سب سے ان کی تکثیر واجب

کو ایک دفعہ خاص پر وقع میں دوسرے کا التزام کیا ہوا ہے۔ یعنی مگر قائل کہ کسی نے جس التزام پر مجبور نہیں کیا۔ بلکہ وہ سب سے منع کراوت ہونے کے کسی صیغہ میں لاخود اس کی قات سے ممکن ہے۔ اس نے خلف وادہ بھی خواہ وہ قریب یا مل جو زمان کے لئے بھی موجب نکالت نہیں ہے اس خالق جل شانہ کے شان کریں کے کہ یہاں ہر مسئلہ ہے +

۱۔ ہر امر کے عالم میں قلمی مسئلہ واجب ہو رہا ہے۔ سبب کا سبب کا سبب ہو رہا ہے۔ ہر امر کے سبب کے سبب نہیں ہے۔ بلکہ اس کا سبب ہے۔ کیونکہ اگر سبب سبب کا لازم معنی اتفاق ہے۔ اور وہی قلمی مسئلہ واجب اہل مل واجب واقعات غیر محتمل کے ہیں تو اس صورت میں اس اتفاق لازم کی بجائے ان قلمی مسئلہ اور واقعات پر بحث میں لازم ہوا جائے گا۔ جس کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ سبب اور ایک امر میں جو غلطی سے سبب سمجھا جاتا تھا افتراق محبت ہو کر اس کی بجائے سبب اور اس کے اصل سبب میں خود لازم صاحب کے قول کے بموجب لازم فردی محبت ہو گیا +

۲۔ سب سے اخیر صورت افتراق سبب و سبب کی امام صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ سبب میں صفت مرثہ تغیر ہو جائے۔ یہ آخری آڑ ہے جو امام صاحب نے ان حالات کی پرچہ سے پہلے کے لئے ڈھونڈی ہے جو لازم میں سبب سبب سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ جواب گزشتہ افتراق ہے بلکہ زبان سے اس بات کا کہ سبب اور سبب کا رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ اصل مسئلہ اس پر

ہے۔ اور مسئلہ مسائل میں بدعتی قرار دینا لازم ہے۔

۱۔ اگرچہ اس کے کچھ نہیں کہ کوئی ایسی صورت فرق عادت کی نکال جائے کہ قبول شیعہ سبب مرعایہ اور عائلی ذریعہ۔ متروک عادت کا دفع میں آتا ہے۔ مسلم ہو جائے۔ اور رشتہ عادت میں ٹوٹنے۔ یا نہ۔ چنانچہ ہذا مال میں ہی شیعہ عروق عادات سے جس کچھ کہ کہ قانون قدرت سے رشتہ عادت میں نہیں ٹوٹ سکتا۔ یہی علامہ امام غزالی صاحب کا ما اشیاء کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فرق عادت میں رشتہ عادت نہیں ٹوٹتا ہے بلکہ یہی اصل عظمیٰ علم پر تغیر واقع ہو جاتا ہے۔ اور عائلی سے سبب کو ظاہری عادت کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ ظاہری عادت اصل عادت سبب کی نہیں ہوتی۔ اگرچہ کی مثال میں وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو آگ میں ڈال دیا جائے اور وہ پر تغیر صفت مرثہ وہ شخص نہ تھے۔ بلکہ تو یہ لازم نہیں آتا کہ رشتہ عادت ٹوٹ گیا کیونکہ رشتہ عادت یا قانون قدرت کا ٹوٹنا تو اس صورت میں نہیں ہوتا بلکہ آگ اپنی حالت اصل پر قائم رہتی۔ اور پھر اس سے افتراق واقع نہیں آتا کیونکہ جب تسلیم کر لیا گیا کہ آگ کی صفت مرثہ میں تغیر ہو گیا ہے تو ضرور نہیں کہ افتراق جو اصل نگاہ کو لازم تھا و قریع میں آئے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ سمجھنا صحت ظنی ہے کہ خوارق عادت میں سبب سے سبب پیدا ہو جاتا ہے۔ بلکہ وہ حقیقت سبب ظاہری اصل حالت پر نہیں رہتا۔ اس وجہ سے اس سبب قبول کے سبب سبب پیدا ہوتا ہے۔ جس کو عائلی سے قانون قدرت کا ٹوٹنا سمجھ لیا جاتا ہے +

بعض اہل غریب فاسدہ اور بارہ مسائل مذکورہ ہنہ کتاب تہافت اہل لغت

اس ترمیم پر ہاستہ دو اعتراض ہیں +

اعتراض اول - جس شکل کے مل کرنے کے واسطے یہ ترمیم لکھی گئی ہے وہ شکل اس ترمیم سے مل نہیں پاتی۔ بلکہ صرف ایک قدم پیچھے سرک جاتی ہے۔ ہر گز کی صفت کا متغیر ہونا صرف اس نظر سے فرض کیا گیا تھا کہ اس الزام سے بچاؤ ہو کہ آگ کا اپنی حالت میں نہ ہو کہ یہ صمد متروک رہتا جس طرح ممکن ہے۔ لیکن آگ کا مسلسل جو اشتراق پر ختم ہوتا ہے بے انتہا عمل سے مربوط ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ اس تغیر میں سے کوئی کوئی شکل بچاؤ اور تمام مسلسل وہم بہم نہ ہو جاوے۔ پس جس طرح اہم صاحب کو یہ امر مستبعد معلوم ہوا کہ آگ کی حالت اصلی پر کر کے صمد اشتراق بہت۔ مینہ ہی طرح یہ بھی مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام اسباب پر اپنی صفت اشتراق کے پیرا کر کے کے لئے ضروری ہیں مجدد ہوں۔ لہذا باوجود اس کے وہ اصلی صفت پیرا نہ ہو کر یہ کہا جائے کہ اصلی صفت کے اسباب میں بھی تغیر واقع ہوگا تو ہی قسم کا اعتراض ان اسباب کے مل کی نسبت پیرا ہوگا۔ اگر اس سلسلہ عمل کے کسی مرحلہ پر کسی صیب کی نسبت یہ کہا جائے کہ اندر خالی نے یہ صیب محض اپنے ارادہ سے سلسلہ غلیظ کو توڑ کر پیرا کیا ہے تو اس سے بسترے کہ بھائے اس قدر فضول ہر ہر پیر کے ابتداء ہی صاف صاف کہا جائے کہ آگ کی حالت اصلی پر نہیں۔ مگر ارادہ انہی میں مقتضی ہوا۔ کہ اس سے اشتراق کا صمد نہ ہو +

تصنیف کی ہے +

اعتراض دوم - مگر یہ تسلیم کیا جائے کہ سبب کی صفت مشورہ میں تغیر واقع ہو گیا ہے تو پھر یہ کہنا باطل غلط ہے کہ سبب و سبب میں اشتراق واقع میں آیا۔ کیونکہ جب صفت مشورہ اپنی اصلی حالت پر نہ رہی تھے سبب سبب نہ رہا تو اس کے اصلی سبب کے وقوع کی کوئی توقع ہو سکتی ہے، البتہ اس سبب متبدل ہو چکا ہے جو سبب پیدا ہونا چاہئے وہ سبب ضرور پیدا ہوگا۔ پس سبب اور اصلی سبب میں ہر حال لازم عدم رہا +

اہم صاحب نے اس مسئلہ پر نہایت مکمل بحث کی ہے۔ اس کی مکمل تحقیق کے لئے ان دو سوالات کا جواب دینا نہایت ضروری تھا +

(۱) سبب و سبب کی بحث مسئلہ فلسفی ہے۔ اس کا میں سے کیا تعلق ہے؟

اگر یہ کہا جائے کہ اس مسئلہ پر ثبوت ثبوتی علامات متغیر ہے تو اول یہ کہنے ہوتا چاہئے۔ کہ آیا حق حالت دلیل ثبوت ہو سکتا ہے۔ اگر اس تحقیق کا یہ نتیجہ ہو کہ ثبوتی علامات دلیل ثبوت نہیں ہو سکتا۔ تو یہ تمام بحث فضول ٹھیکے کی +

(۲) اگر سبب و سبب میں اشتراق واقع میں ہوتا ہے تو کیا یہ وقع اشتراق پابندی کسی قانون کلی کے ہوتا ہے؟ اگر یہ صورت ہے یعنی اشتراق پابندی قانون کلی کے وقوع میں ہوتا ہے اور کوئی وجہ تخصیص شمس "شمس کی نہیں ہے۔ اور اس قانون کلی کے مطابق نہیں "وغیرہ میں "سبب" کا اثر سب سے علی تصادفی ایسا وقوع میں آتا ممکن ہے۔ تب اس مسئلہ پر غلط

تین مسائل میں تکفیر واجب ہے | مسائل شلثہ (جن میں ان کی تکفیر واجب ہے)
مجموعہ مسائل شلثہ بحث کن بحث ہے +

۱۔ نام صاحب نے من ضروری اہاث کر باطل ترک کیا ہے۔ اور بلا ثبوت
ثبوت تحقیق مسئلہ مذکور اس فضول مسئلہ پر کام بحث کی ہے۔ اس غلط
پڑہم اس سے یاد رکھنے کی گنجائش نہیں پاتے ہیں + (مترجم)

۲۔ مسائل شلثہ نہایت طوری و اہم مسائل ہیں۔ نام صاحب نے ان کو یہاں
نہایت مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ ہم کسی حد تفسیر کے ساتھ اس امر کی تحقیق
کرنا چاہتے ہیں کہ! کیا مسائل کے تائید کی تکفیر علی الاطلاق ہر حالت میں واجب
ہے! اس علم میں کسی قسم کی قید یا تفسیر بھی ضروری ہے +

مسئلہ اولیٰ۔ سولہ کے بعد ہم پر کیا گنہ گاری۔ نہایت مفید نشان
اسماں ہے۔ لیکن اس کا جواب عقل کی ساقی اور خیال کی بند پرانی سے
اہر ہے۔ جس قدر اُس کے شہدائے کی کوشش کر دے کسی قدر آندہ اہلین پیدا
ہوتی ہے مرنے سے پہلے اس سے متا کا مل ہوتا نامک ہے۔ جیسے بڑے بڑے مکار
نے ان بعیدوں کے معلوم کرنے میں تھری کھوتیں۔ اور برسوں خاک بھائی
کر کچھ اٹھ نہ آیا۔ ۵

حال دم نہ کچھ گنہ گندی ہے رنگوں پہ کیا
کوئی معیشت آن کر کستا نہیں بُری بمل

پس ایسے مسئلہ میں ب کشتی کر اپنے آپ کو غلو میں ڈالتا ہے۔ مگر یہ
ایمان گرا نہیں کرتا کہ مفسد انسان کی نسبت جو غلطی پر اور وحول پر اور

حجی۔ اہل اسلام کے مخالف ہیں۔ اراکملہ ان کا۔ قول ہے بلکہ
مبادیہ پر ایمان دیتے ہیں جو دوسرے کاہن ہیں لیکن اُس کے بعض کیفیتیں

میں خلقت دیتے دیکھتے ہیں کافر کا خدا۔ سوال ہوتے ہیں۔ میری روح
خیال ہے کہ لاہوتی ہے۔ پس یہ چند سلفہ نامیہ کوشش ہے اس امر کے اظہار کی کہ

نہیں اہل قبلہ کو بعض ملا دین کے سخت فتوے دے شاک کی جنت سے باہر نکال دیا
ہے۔ اور قیام اس کے پہنچا دیا ہے کہ وہ اللہ اور رسول کا بھی انکار کریں

ان کو جب تک کہ وہ اللہ اور رسول اللہ پریم حقوق پر ایمان دیکھتے ہیں انہیں جنت
قبلیں کھلانے کا حق حاصل ہے +

۳۔ نام صاحب کی علمی تحقیقاتوں سے روح کی حقیقت کی نسبت کچھ زیادہ انکشافات
نہیں ہوا۔ اور ہم نے بعض ایسے خاص جید کے دریافت کرنے سے جن پر قہوم

معتدین کی تعریف جسم کلی طور پر صادق نہیں آسکتی بیش گوار نامہ مل کو بیش
پیدا ہوا ہے کہ روح بھی کوئی ایسی شے ہے اور اس سے دوروں کو جذبہ پر مد

کرنے کی بہت بڑھتی ہوئی ہے۔ نیز اسلام سید احمد خاں صاحب نے
تفسیر القرآن میں اس مسئلہ کی نیت اشداف فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے جو کچھ

عبر فرمایا ہے ہم اُس کو مجتہد نقل کرتے ہیں۔۔۔ داتے ہیں کہ جبکہ ہم روح کو
ایک جہر تسلیم کرتے ہیں تو اُس کے ایسی یا غیر ایسی ہونے پر شہ جیسی آتی

میں۔ مگر جبکہ ہم کو اُس کی مابیت کا جاننا نامک ہے تو درحقیقت یہ تردد دینا بھی
کہ وہ ایسی ہے یا غیر ایسی نامک ہے۔ دنیا میں بہت سی چیزیں سرحد ہیں جو

بوجود اس کے کہ وہ ممکن ہی ہوتی ہیں اور ان کے ایسی یا غیر ایسی ہونے کی

۱۔ اگر مشر اجساد قیامت کو مشر اجساد نہیں ہوگا۔ اور محل ثواب و عذاب کی نسبت فیعد نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ہم ایک شیشہ کی پیہ کے اندر سے پہلے نکھوتے ہیں اور وہ نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اور ٹھوس اجسام میں سرت کر مائل ہے۔ انسان کے بدن سے نکلتا ہوا ہے۔ بعض ترکیبوں سے ایک بدل میں انسان کے بدن میں محسوس ہو جاتی ہے۔ بعض ٹھوس اجسام ایسے ہیں جن پر نفوذ نہیں کر سکتی۔ مگر اس کی ثابت کہ اگر وہ شے ایسی ہے یا غیر ایسی تعین نہیں ہو سکتا۔ مرفوعین کی دلیلیں شیعہ سے قائل نہیں۔ یہی حال روح کے ایسی یا غیر ایسی قرار دینے کا ہے۔ لیکن اگر وہ کسی قسم کے مادہ کی ہو یا جس کو کسی قسم کی ایسی تسلیم کر لیں تو کوئی نقصان یا مشکل پیش نہیں آتی۔ البتہ اس قدر تسلیم کرنا چاہئے کہ جن اقسام مادہ سے ہم واقف ہیں اس کا مادہ ان تمام کے مادوں سے نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے مندرجہ بالا مجموعہ ان افعال کا مادہ ہوتا ثابت نہیں ہوتا ہے جو افعال کو روح سے صادر ہوتے ہیں۔

اگر روح حقیقت میں کوئی شے ایسی ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من مات فقد مات قیامتہ۔ تو مشر اجساد کے یقین کرنے میں کوئی بھی وقت دانی نہیں رہتی۔ اگرچہ صحیح ہو کہ روح غیر ایسی ہے۔ اور یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ جو قیامت وہ اپنے وقوع مشر اجساد ہوئی جس سے موت ہی مشورہ نہ تھا کہ مشرکین عرب کے ان عقیدہ کی جس کے دو سے دو موت کے بعد جزا و سزا کا ہونا مستبعد سمجھتے تھے قیامت کی چلتے۔ مگر اجساد کا دوبارہ اٹھنا یا جان ہی قیامت خود مستور و موصوع قرآن مجید تھا۔ تب البتہ مفرد ہوگا کہ روح کے بے

نقطہ احوال مجرہ ہی ہوں گی۔ اور عذاب و ثواب روحانی ہوگا نہ جنائی اس سے کسی جسم کا ہونا جس سے وہ خلق ہو اور مصداق مشر جہنم کے ثابت کر مفرد ہوگا۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجتہ اللہ باللہ لغیرہم تحریر فرماتے ہیں کہ انسان کے بدن میں مخصوصہ نقطہ سے ایک بخار لطیف قلب میں پیدا ہوتا ہے جس کوئی حارہ و حرکہ و جذبہ غذا کا مقام ہے۔ اس بخار کے بقیہ یا غلیظ یا صاف یا کد ہوئے سے قوی کے افعال میں اشخاص پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی عضو پر ایسی آفت طاری ہوتی ہے جس سے اس عضو کے شام بہہ پیدا ہوتے ہیں فنا واقع ہو جاتے تو اس کے افعال میں مفرد ظاہر ہوتا ہے۔ اس بخار کی قویہ موجب قیامت ہے اور اس کی تشکیل موجب موت +

اس بخار کو روح ہوتی اور سر بھی کہتے ہیں۔ روح جسم انسانی میں بطور رہتی ہے جس طرح جب کے پھول میں نمی یا کرک میں آگ۔ لیکن یہ نوع مشر نہیں ہے بلکہ یہ نوع دو مادہ ہے جس سے روح حقیقی کو تعلق دیتا ہے۔ چونکہ غذا بدن میں پیشہ تبدیل ہوتی جاتی ہے اس لئے ظاہر ہے کہ سر میں بھی جو غذا سے پیدا ہوتا ہے ہمیشہ تیز و تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ مگر روح حقیقی ان قیامت سے بال محض رہتی ہے۔ اور کسی سے نہی روح کی ہوتی تمام حسی ہے۔ روح حقیقی کو وہ سر ہے اور غلبہ بدن سے تعلق ہوتا ہے۔ پھر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم کو وہ بدن صحیح سے معلوم ہوا ہے کہ یہ بدن انسان میں استعداد قویہ سر ذاتی نہیں رہتی تو سر کا بدن انسانی سے تشابہ ہو جاتا ہے۔ یہی تشابہ کا عام موت ہے۔ لیکن موت سے روح قدسی کا سر سے تشابہ نہیں ہوتا بلکہ

یہ تو انہوں نے بچ کہا کہ ہاں عذاب و ثواب روحانی ہوں گے لیکن
 انسان کی سرت روح و سر کے لئے نشاۃ ثانی ہوتا ہے۔ انتہی انتہا +

۱) شاد صواب کی ادھر کی تقریر سے ظہر ہے کہ انسان میں ظاہری گوشت پرست
 کے سوا ایک اندر جم لطیف بھی ہے جو واسطہ ہے اپنی روح حقیقی اور کابد ناک
 کے بارہ اور جسم لطیف بعد موت علی مار باقی رہتا ہے اور روح اس سے مستقل
 رہتی ہے۔ شاد صواب فرماتے ہیں کہ ہر شخص کہتا ہے کہ برت کے وقت
 فین قال یا انت الطبیعیۃ المخصوصۃ انسان کا نفس ناقص مادہ کو بالکل چھوڑ
 پلاتا انسان جنہ الصوت توفض الیہ مطعاً دیتا ہے وہ جھمک رہا ہے۔ روح کے
 فقد خصص فسم لها مادۃ بالذات واما لئے دو قسم کا مادہ ہے۔ ایک سے
 التسمۃ ومادۃ بالعرض و هو جسم روح کا بالذات متعلق ہے اور دوسرے
 الاخریٰ فاذا مات الانسان لم یضر نفسہ بوض۔ جس مادہ سے بذات متعلق ہے
 ذوال البادۃ بالمرضیۃ وبقیۃ حال۔ وہ سر ہے۔ اور جس مادہ سے بالعرض
 ببادۃ التسمۃ متعلق ہے وہ جسم ناک ہے۔ جب آدمی
 مر جاتا ہے تو مادہ غائی لا باقی رہتا اس کے کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ بلکہ روح
 انسانی پرستہ اور سر میں مدلل گئے رہتی ہے +

فقہ عظام سید صاحب اس عام قول کو کہ جب خدا تعالیٰ مشرکنا پائیگی
 تو ہر ایک روح کو ایک ایک جسم عطا فرمائیگی۔ تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے نزدیک جن
 اجساد کے مشرکوں کے اشارہ قرآن مجید میں پایا گیا ہے ان سے وہی اجسام لطیف
 ملا رہیں جو اوطاع ایہیں انسانی سے متعلق رہنے کے بعد عالم قدس میں لیکر لے

یہ جھوٹ کہا کہ جہاننی نہیں ہوں گے۔ اور ایسی باتیں بیان کیے
 ہیں۔ اور ان کو دنیا سے اجام لطیف کے ساتھ متعلق ہر عالم قدس میں پہنچا رہی
 اس کا حشر ہے۔ سید صاحب کے قول کی تائید میں کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید
 کی کسی آیت سے موت کے بعد روح انسانی کا وہ جسموں سے متعلق ہونا ثابت نہیں
 ہوتا بلکہ صرف ایک جسم کا ذکر ہے۔ سو وہی ایک جسم لطیف جو روح اپنے چلا لیکر
 عالم قدس میں داخل ہوتی ہے اس کا نشاۃ ثانی ہے۔ اس کی تائید میں وہ لفظ
 یہی بیان کی جا سکتی ہیں جو صواب قبر کے باب میں وارد ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ خاک
 کا جسم جس کو کفن میں پیٹ کر گرا دیں دفن کرتے ہیں۔ یا مگ میں جاتے ہیں
 عذاب کے لئے نہیں اٹھایا جاتا۔ بلکہ روح انسانی وہ جو کچھ گذرتا ہے وہ اسی حالت
 میں گذرتا ہے جبکہ وہ جسم لطیف ہے جس کو ہماری ظاہری آنکھیں دیکھیں نہیں
 سکتیں متعلق رہتا ہے +

آخرت کی نسبت ہر الفاظ مشروء و نفاۃ ثانی و غیرہ استعمال لئے جاتے ہیں
 جن سے اس ارکاء انباء متصفہ نہیں ہے۔ کہ مرنے کے بعد نہ سر نہ فنان کا پتلا
 بنایا جاتا ہے۔ اور زمرہ کہے اٹھایا جاتا ہے۔ بلکہ اس دنیا میں مرنے ہی عالم قدس میں
 زندہ ہو کر اٹھتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ماں کے پیٹ سے بچے کے پیدا ہونے پر یہی
 نفاۃ آخر استعمال فرمائی ہے۔ مادہ قبل از ولادت اس کی خلقت انسانی م کما
 تَخَلَّقُوا الْمُنْتَنۃ عِلْمًا فَكُنْتُمْ دُنیا میں رہنے کے قابل ہو رہے مگر کمال
 الْإِسْلَام لَمْ تَكُنْ تَرْتَابًا فَكُنْتُمْ آئینہ ہوتی ہے۔ اور صرف ماں کے پیٹ سے پیدا
 ہونا باقی ہوا ہے۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس آیت میں بھی علم آخر ہے

شخصیت سے انکار کیا +

سے قیامت کے جس جسم کا دوبارہ نفع کو مراد ہے۔ کیونکہ اسی بیت میں ان الفاظ کے بعد خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فَتَنَّاكَ مِنْ دُونِ أَحْسَنِ تَنَاقُظٍ قَدَرٍ مَكْنُفٍ قَدَرٍ ذَلِكُمْ تَقْوِيَةٌ۔ پس میں طرح چنچ کا اس کے بیت سے ممکن بلحاظ حالت سابقہ خلق و نبات آخر کا گیا ہے۔ اسی طرح ادرہ گیتی کو چھوڑ کر دوسرے عالم میں داخل ہونا بلحاظ حالت سابقہ ہمت و نشاط ثانی سے تفسیر کیا گیا ہے۔ وائد علم بالکبریا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اس مقام پر نام صاحب نے جن لوگوں کو ممکن شرابدار اور کاڑ کا ہے ان میں وہ لوگ داخل نہیں ہو سکتے جو اس بات کے قابل ہیں کہ بعد رونے کے روح ایک جسم لطیف سے جو وہ دنیا میں داخل کر دیتی ہے شوق رہے گی۔ کیونکہ وہ اس نام کے معنی میں بن سکے کہ عمل ثواب و عذاب ادا ہو جائے ہیں +

اب ہم ان لوگوں کو جن کے دلوں میں اس ناز کے مہرہوں کی تحریروں نے مات وصال کی نسبت طرح طرح کے دھام ڈال دیئے ہیں اذہ طہر بکھاتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہزاروں اندر ہیں جن میں انسان محض من غلب بلکہ بعض اوقات غلبت غلبت ظن پر کاہنہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سوراخ میں اٹھکی ٹانے لگا چھو اور اس کو یہ کہہ دیا جاوے کہ اس میں ابھی ایک کچھو لگا ہے یا کوئی شخص کسی تلیک مکان میں داخل ہوتا پایا تو اور اس کو یہ اطلاع دینے کہ اس میں سانپ رہتا ہے۔ تو وہ ہرگز سوراخ میں اٹھکی نہ ٹانے گا۔ اور نہ اس مکان میں گھسنے کی جرأت کرے گا۔ مگر سوچنا چاہئے کہ وہ ایسی بات جس کو

۲۔ اسی تعالیٰ علم باحوالیات نہیں ہے

۱۔ انانیت (مسائل شمس) ان کا یہ قول ہے

فَمَا أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ كَابِدَةً هِيَ جَاءَ - وہ قطعی ثبوت اس امر کا کیوں نہیں حاصل کرتا کہ کیا جو اس کا وہی گیتی ہے۔ وہ درحقیقت درست ہے یا اگر اس کو ان کی شہادت ملی ہے۔ تو وہ اس شہادت پر ان قواعد منطق استعمل کر سکیں نہیں جاسکتا کرتا۔ جن سے وہ غیبتی صدقوں کو گریز کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ شہادت حادی عمدہ سے مزید کہ نہ موت یقین حادی پیدا کر سکتی ہے۔ اس سے یقین قطعی پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس جس امر کی نسبت عقل ساکت ہو وہ اس شہادت حادی سے زیادہ ثبوت داخل نہ ہو۔ تو پہلی انسان کا دھان اس امر کی طرف ہوتا ہے کہ اگر اس امر پر کاہنہ ہونا یا نہ ہونا اس کے حق میں کوئی نتیجہ مستقیم و قطعی نہ کرے گا۔ تو وہ اس پہلو کو اختیار کرتا ہے جس میں وہ جلب منفعت یا دفع مضرت تصور کرتا ہے۔ کیونکہ اگر فی الواقع یہ پہلو صحیح خیال کی بناء پر اختیار کیا گیا ہے۔ تو فوائد۔ اگر وہ پہلو کسی غلط فہمی پر اختیار کیا گیا ہے تو بھی کم از کم اس کو دل کی پچیس سے جو اس کو ہر وقت سائے رکھتی نہایت بل جاتی ہے۔ اور کوئی ضرر عاید نہیں ہوتا۔ نہ مفاد کے تحریک و قابل عادت شیر تباہ ہے۔ کہ تو نے اپنے نفس کے فائدہ کے لئے یا خلوصے کہنے کے لئے اس قدر سے زیادہ کیوں احتیاط کی پس اسے عجز و جب تو اپنی اٹھکی کی تکلیف کے خوف سے اس بلن کو ہر چند مذ میں خاک میں نہ ڈالے گا۔ اور کیڑوں مکڑوں کا شہر چوٹے والا ہے۔ بچانے کی غرض سے اس قدر احتیاط کرتا ہے۔ کہ تمام قوانین عقلی کو باوئے حقائق نہ دیتا ہے۔ اور جب سے احتیاط پہلو اختیار کر لیتا ہے۔ تو غلبہ شرک پر نہیں

کہ اس قدر حقانی کو کلیات کا علم ہے۔ جزئیات کا علم نہیں ہے۔ یہی سبب کفر
 ہے کہ کس چیز سے ایسا دیر کر دیا ہے کہ وہ نہایت سہل و آسانی سے خطر و
 ہلاکت میں مبتلا کر دے۔ اور حالت سکرانہ سے نہیں ڈرتا۔ اسے عزیمت بیوقوف
 اس کی کھلی گھڑی کو جب ایک ایک رنگ سے جان پہچانی جائے گی۔ اڑیاں اور پنڈیاں
 ایشیتا ہوں گی۔ مجھے میں جان ایک ہی ہوگی۔ چو کا رنگ مٹا دیا ہوگا
 سچ میں شہرت تکلیف کے بیان کرنے کی بھی طاقت نہ ہوگی۔
 دنیا کو اپنے حقیقی رتبہ سے جان کسے۔
 دیکھو کہ ان دانشمندانوں کے کھنڈہ ہونے کے
 قیاس کی کہ یہ حالت ہو دیاں ساعت۔
 کہ ان وجود عزیز بخش پروردگار جانتے۔

پیارے ہیں بھائی پاس کھڑے ہوں گے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو کی ٹپاں
 جاری ہوں گی۔ وہ چاہیں گے کہ وہ تیرے اور وہ تیرے والدین
 شہنشاہی۔ مگر تو بول نہ سکیگا۔ اور پھر غلو غلو سے تیرے سے کوئی آواز نہ نکل
 سکیگی۔ اس بے بسی کی حالت کو دیکھ کر سچے سچے ہونے والے۔ بھانڈے پھونکنے
 والے میں سب چھوڑ کر طیرہ ہو جائیں گے۔ اور عالم قدس سے پکارنے والا پکارے گا
 مَن تَعَالٰی لَوْ لَمْ يَنْزِلْ بِمَنْزِلَةِ الْإِنْسَانِ لَمْ يَخْرِجْ جَانِ بَرِّ كَيْ - حالت دلیر ہے ان
 اہانت کی جو تیرے پر دوسرے عالم میں گھڑنے والے ہیں۔ جس وقت سبز صرست
 و دولت اور رونے اور دانت پیسنے کے کچھ نہ ہوگا۔ ڈارین اور مکی اور مڈال
 بن کی خبریں نے مجھے تسلی دے دی کہ بتایا ہے کوئی دوزخ سے بچے گا۔

سچ ہے۔ بلکہ حق اللہ یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی شے
 جس کو تو دنیا میں دم بھر کے ٹک سے پہنچے کے لئے مدد نہ دے۔ ایسا نہیں
 کام میں آتا ہے۔ اور اگلے اگلے انہیں کی نصیحت پر کاربند ہوتا ہے تو
 عذاب آفت سے ایک دم حالی نہیں رہتا چاہئے۔ یہ کوئی ایسی بے اعتباری
 نہیں کرتی چاہئے جو دوسرے عالم میں باطن خالی ہو۔
 نیکی کن۔ اسے عزیز و نصیب شہداء علم
 لایا پیشتر کرنا۔ پر آید فلاں۔
 مسئلہ ثانی۔ جاننا چاہئے۔ کہ انسان کا جس قدر علم ہے وہ یا نادمی ہے
 شن ہے۔ یا نادمی ہے۔ یا نادمی ہے۔ چونکہ نادمی ہر وقت اور ہر گز
 تیز ہوتا رہتا ہے۔ یہ مستقبل حال بن جاتا ہے۔ اور حال ماضی بن جاتا ہے
 اس واسطے ہی طبع ہمارے علم میں بھی تغیر ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً ہم کو عرصے
 کوف آفتاب کا جو ۱۲ جون مشاہدہ کر دیتا تھا کیا علم تھا۔ مگر تیز رفتاری کے
 ساتھ ساتھ ہمارے اس علم میں بھی تغیر واقع ہوتا گیا۔ قبل از ۱۲ جون مشاہدہ
 ہم کو یہ علم تھا کہ کوف ہوتے والا ہے۔ ۱۲ جون کو وقت کوف اس علم
 کی بجائے ہمارے ذہن میں یہ علم تھا کہ کوف ہو رہا ہے۔ اور آج ۱۳ جون
 مشاہدہ کو ہمیں یہ علم ہے کہ کوف ہو چکا ہے۔ یہ تینوں قسم کا علم ایک دوسرے
 سے اختلاف رکھتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک علم دوسرے کی جابجا کام
 دیکھے۔ مثلاً جو علم ہم کو آج حاصل ہے کہ کوف ہو چکا ہے وہ اگر بوقت
 کوف ہمارے ذہن میں ہوتا یعنی جس وقت کوف ہو رہا تھا اس وقت

نورہ بھر بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرستیدہ نہیں ہے ۴

۱۔ علم ہونا کہ کسوت پہنچا ہے تو یہ علم نہیں بلکہ جبل ہوتا۔ اسی طرح جب کسوت
 ۲۔ دروغ میں نہیں آیا تھا اُس وقت اُس کے وقوع کا علم ہوتا تو یہ بھی علم نہ ہوتا
 بلکہ جبل ہوتا۔ جس طرح نازک کے حجاب سے ہارے علم میں تیز واقع ہوتا ہے اُسی طرح
 تبدیل ہوتے تبدیل مکان سے ہمارے اس علم میں جو متعلق تشکیکات، جزئیات
 شفا، قیہ و قہو و تجرب ہوتا ہے تیز واقع میں آتا ہے۔ فرسنگ ان غیرت سے کل
 غیرت یعنی انہیں انسانی میں بھی غیرت ہوتی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی ذات پر
 قسم کے تیز و تبدیل سے مشروط ہے اس لئے عکاس قائل ہوتے ہیں کہ اُس کا
 علم تیز سے پاک ہے۔ کیونکہ اگر اُس کے علم میں تیز تر ہو تو اُس کی ذات محل
 تغیر نہیں ہے۔ اس لئے یہ دانشمندانہ ہوا کہ اُس کا علم ہر حال و ہر آن میں یکساں
 رہتا ہے۔ لیکن انھوں نے اپنے ذہن میں یہ سمجھا کہ اگر علم میں تغیرات ہوں
 اور ہر حالت میں یکساں رہے تو یہ صرف عجائبات کا علم ہوگا نہ جزئیات کا۔
 یعنی خدا تعالیٰ کو کلی طور پر کسوف کے ہونے اور نہ ویر کا اس حدیث ۱۱۱
 ہونے کا تو علم ہوگا۔ لیکن کسوف کی ان جزئیات کا کہ اب کسوف ہونے والا
 ہے۔ اب ہو رہا ہے۔ اب ہو چکا ہے۔ اب نہ اب کھڑا ہے۔ اب بیٹھا ہے۔ اب
 ناز پر مڑتا ہے۔ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس قسم کا علم متفق تیز ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ
 کی ذات پاک ہے۔ تحریر خیال صحیح نہیں ہے۔ کہ جو کوئی ایسی قالی کو کلیات
 کا عالم قرار دیتا ہے۔ وہ حضرت ایسی قالی عز اسرار جزئیات سے ۱۱۱ وقت
 بے غمہر جانتا ہے۔ بلکہ ممکن ہے کہ عالم کلیات کہنے سے اُس کی مداد صرف

۳۔ عالم تدبیر ہے۔ اُن کی فکر فلاسفہ کا۔ یہ قول ہے کہ عالم تدبیر اور انسانی ہے

حق علم ماسی جو۔ اس صحت میں یہ بحث ایک عقلی نزاع ہو جاتی ہے۔ منشاء عقلی ہے۔
 کہ خدا تعالیٰ کے علم کو اپنے علم پر قیاس کیا جاتا ہے۔ اور جو انسان اپنے علم کی نسبت
 جانیں سمجھتا ہے اُن کو اُس کے علم کی نسبت بھی جانیں سمجھتا ہے۔ لیکن مشاہدہ کا علم
 تدبیر میں سے حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ جو عقل سے ۱۱۱ اور دوسرے حواس سے ۱۱۱ ہوتے
 علم جو عقل سے حاصل ہوتے ہیں وہ عقلی علم کہلاتے ہیں۔ اور جو ہندیہ حواس
 حاصل ہوتے ہیں وہ برائی کہلاتے ہیں۔ صرف ہندیہ عقل یا سمعہ حواس اس
 اسی طرح جزئیات کا علم حاصل نہیں کر سکتے۔ مگر علم ایسی قالی میں اس قسم کی
 تفریق نہیں ہے۔ جو علم ہم کہ عقل ۱۱۱ حواس کے ذریعہ سے مسلم ہوتے ہیں انکو
 ۱۱۱ اپنی ذات سے مسلم کرتا ہے۔ جو ہر اُس کو سمجھ دیکھتے ہیں اُس کے لئے
 سنی نہیں ہیں۔ کہ جس طرح ہمارے مدعات سے وحاکات ہر مختلف چیزیں ہیں
 اسی طرح اُس میں سے دہر ۱۱۱ مختلف وقتیں ہیں۔ نہیں۔ بلکہ سمجھ دیکھنے کے
 لئے ہیں کہ ۱۱۱ ہر چیز کو اپنے بن کے جاننے والے کہ ہم دنیا میں کچھ کہتے ہیں
 اور نیز اُن اشیا کو جن کے جاننے والے کہ ہم دیکھتے ہیں جانتا ہے۔ ۱۱۱
 اُس کے علم میں کوئی تقسیم اس قسم کی نہیں ہے ۱۱۱

علم غائی اس نفاذ کی تقسیم ماضی و حال و مستقبل میں ماضی غائی تقسیم
 ہے۔ خدا کے نزدیک ماضی، حال و مستقبل ازل و ابد سب یکساں ہے۔ پس
 ہمارے کہ ہم اُس کے علم کو اپنے ۱۱۱ اپنی جزئی علم سے تیز کرنے کے لئے
 علم اگلی سے تعبیر کریں۔ جس کے ۱۱۱ صرف ۱۱۱ ہوتے ہیں کہ اُس کے علم پر عقل

اہل اسلام میں ایک شخص بھی ایسا نہیں گذرا جس نے ذرہ بھر
نامی یا مال و استعمال نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ سب عزیمت کو کلی طور پر جانتا
ہے۔ لا یغیب عن علمہ شئ من الخلق ولا فی السور۔ پس اس
تمام کلمہ کا یہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے رسم کو اصطلاح علم نگلی کہتے ہیں اور
اُن کے لئے غلط فہمی کا استعمال نہیں کرتے۔ پس جو لوگ کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ
کو کیا بات کا علم ہے عزیمت کا علم نہیں ہے۔ اس سے اگر اُن کی مراد یہی ہے
جو ہم نے اپنے بیان کی توجہ عقیدہ عقین اسلام کے مطابق ہے اور اس سے لئے
درجہ کی تفسیر بنیاد ہادی تعالیٰ کی عاجز ہوتی ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ
امام صاحب کا حکم تکلیف ایسے اعتقاد پر اطلاق پذیر نہیں ہے + (درجہ)
مشکوٰۃ ثالث: امام صاحب نے کتاب التفرقة بین الاسلام والزندہ قدیم
عالم کو جوہر مسائل کے نہیں لکھا جن کے سب تکلیف واجب ہے۔ اس نے اس مسئلہ
پر ہم کچھ زیادہ بحث کی ضرورت نہیں سمجھتے +

جو لوگ امام میں غرض و ہدایت تسلیم کر کے ادا کر کے اپنے دہر میں کسی واجب اللہ
لا مخرج نہ پکڑتے امام کے خالق ہوتے ہیں۔ ان کے کافر ہونے میں تو کچھ کلام نہیں
ہو سکتا۔ لیکن سوال اُن لوگوں کی نسبت ہے جو خدا پر کچھ عقائد اور اصول پر بھی ایمان
ہیں مگر وہ ہیں۔ اور خدا کی ذات ہی کو حاجت دہ و غافل کل کائنات کا کہتے ہیں
لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنی صفات کے ہیں میں ایک
صفت ارادہ بھی ہے مگر تبار اس عالم کا ہے اور تنہا غلظہ کا مصلول
سے مانر نہیں ہے۔ اس لئے امام بھی قدیم ہے۔ سمجھا وہ امام کو قیام

ان مسائل کو تسلیم کیا ہو۔ رہے دیگر مسائل علاوہ مسائل مذکورہ بالا
کے مثلاً اُن کا نفی صفات کرنا اور ان کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ اپنی
ذات سے طبع ہے نہ ایسے علم کے ذریعہ سے جو زیادہ علی الذات ہیں
یا اسی قسم کا اور علم ہے۔ پس اس باب میں غیب غلط فہمی
مستزاد کے قریب قریب ہے۔ اور مستزادوں کے ایسے اقوال کے غیب
مگر مسائل میں تکلیف کا ذکر کیا واجب نہیں ہے۔ اس کا ذکر ہم نے ایک
"واجب نہیں" + علیہ کتاب "التفرقة بین الاسلام والزندہ قدیم
کیا ہے۔ جس سے واضح ہوگا کہ جو اپنی رائے سے مخالفت کرنا چاہتے
بقرات نہیں کہتے۔ بلکہ ان کے نزدیک قدیم باقرات صوف ہادی تعالیٰ ہے۔ امام قدیم
عالم اُس کے قدیم مقلد کا صوف ایک ہتھ دے دیا۔ اس سے یہ بھی سمجھتے ہیں کہ
جس طرح قدیم صفات کے ماننے سے قدیم و ہادی و خدا کا بھروسہ و مضبوط ہونا
محبت نہیں ہوتا اسی طرح قدیم امام کے تسلیم کر لینے بھی یہ امر لازم نہیں آتا +
ہم نہیں سمجھتے کہ امام صاحب کا حکم تکلیف ایسے اشخاص کے متعلق ہو
سکتا ہے +

شکل یہ ہے کہ کسی قول کی بنا پر کلمہ تکلیف دیا جاتا ہے۔ مگر اس قول کا یہ مطلب
قرار دیا جاتا ہے جو ہرگز اس قول کے خالق کا نہیں ہوتا +
پروا ت مذکورہ ہادی رائے میں مسائل غلط ایسے مسائل نہیں ہیں۔ کہ
ہر حال میں اُن کے حاکمین کی علی الاطلاق تکلیف واجب ہو۔ بلکہ اُن میں یہ خصوصیت
قابل ذکر ہے + اور غلط فہمی + (درجہ)

کی تکفیر پر جلدی کرتا ہے۔ اُس کی رائے فاسد ہے +

۱۔ اہل علم صاحب کتاب التفرقة بین الاسلام والزندقة میں تحریر فرماتے ہیں کہ: اہل اسلام کا کوئی فرد بھی یہاں نہیں ہے جو تائیل کا متبع نہ ہو اور سب تائیل سے برہیز کرنے والے۔ امام احمد بن حنبل ہیں اور اقسام تائیل سے سب سے زیادہ تائیل میں سے کلام نبوی حقیقت سے خارج بلکہ مرف ہذا واستسا ہی دوسرا ہے اور دوسرا عقل و شبہی سے تائیل کرتا ہے۔ مگر امام احمد بن حنبل ایسی جیل تائیل کرتے ہیں جہاں جبروت ہے کہ انہیں بزرگ کر کے وہ کیسا ہی خواہر نکلتا کہ پابند رہا ہوں کہ یہی تائیل کی ضرورت پڑتی ہے۔ مرف وہی شخص جبروت سے زیادہ جالب اور غیبی ہو تائیل کرنا چاہیے گا۔

تائیل کے پہلے مدح میں دیکھا ہی ہے بلکہ چیز کے جس کی خبر دی گئی ہے اور وہ ذاتی ماننا ہے۔ بلکہ اُس کا اور وہ ذاتی ماننا متعدد ہو تو وہ وحشی تسلیم کرتا ہے۔ اور بلکہ اُس کا تسلیم کرتا بھی متعدد ہو۔ تو وہ خیالی اور عقلی کا تسلیم کرتا ہے۔ مگر اُس کا تسلیم کرتا بھی متعدد ہو۔ تو وہ وحشی اور مجازی کا تسلیم کرتا ہے۔ ان چھ مانج تائیل بلکہ اہل اسلام کے تمام فرقے متفق ہیں۔ اور ان میں سے کوئی سی تائیل کرتی تکذیب رسول نہیں ہے۔ اور اس پر یہی اتفاق ہے کہ ان تائیلوں کا جائز ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ بظاہر دلیل کے اُن کے ظاہری سزوں کا عمل رہنا ثابت ہو۔

ان باتوں کے لئے دو مقام ہیں۔ ایک تو عوام خلق کا مدح و مقام ہے اور دوسرے تو یہی ہوتا ہے کہ جو کچھ ہے اُس کو نہیں اور جو ظاہری سے غلط

۱۔ سیت من - سیت من - اس علم میں جو کچھ فلاسفہ نے کلام کیا ہے۔ اُس کا تعلق تمیز و اصلاح امور دینی و امور سلطنت سے ہے اور یہ سب کچھ فلاسفہ نے کتب مقدسہ سے لیا ہے جو انہما پر تبدیل ہوں یا اولیاء سلف کی نصائح و آثار سے نقل کیا ہے +

۲۔ سیت من - سیت من - اس علم میں جو کچھ فلاسفہ نے کلام کیا ہے۔ اُس کا تعلق تمیز و اصلاح امور دینی و امور سلطنت سے ہے اور یہ سب کچھ فلاسفہ نے کتب مقدسہ سے لیا ہے جو انہما پر تبدیل ہوں یا اولیاء سلف کی نصائح و آثار سے نقل کیا ہے +

۳۔ سیت من - سیت من - اس علم میں جو کچھ فلاسفہ نے کلام کیا ہے۔ اُس کا تعلق تمیز و اصلاح امور دینی و امور سلطنت سے ہے اور یہ سب کچھ فلاسفہ نے کتب مقدسہ سے لیا ہے جو انہما پر تبدیل ہوں یا اولیاء سلف کی نصائح و آثار سے نقل کیا ہے +

۴۔ سیت من - سیت من - اس علم میں جو کچھ فلاسفہ نے کلام کیا ہے۔ اُس کا تعلق تمیز و اصلاح امور دینی و امور سلطنت سے ہے اور یہ سب کچھ فلاسفہ نے کتب مقدسہ سے لیا ہے جو انہما پر تبدیل ہوں یا اولیاء سلف کی نصائح و آثار سے نقل کیا ہے +

۲۔ علم اخلاق - اس علم میں حامل کلام فلاسفہ کا یہ ہے کہ انہوں نے صفات و اخلاق نفس کا حصر کیا ہے اور انکی اجناس و انواع اور ان کے سماجیات و جمادات کی کیفیت کو بیان کیا ہے۔ اس علم کا انداز علم کو فلاسفہ نے کلام صوفیہ سے اندک یا ہے جو لڑت دیناؤں کلام صوفیہ سے بے روزگاری کر کے یاد آہی میں حبشہ مستغرق ہونے والے۔

چوہا و حرس سے رٹنے والے - اور راہ خدا پر چلنے والے ہیں - صوفیہ کلام کو جمادات کرتے کرتے بیش اخلاق نفس اور ان کے عیوب اور لگنے ہونے احوال کا انکشاف ہوا ہے۔ اور انہوں نے اس کا بیان کیا ہے فلاسفہ نے ان امور کو ان سے اخذ کر کے اپنے کلام میں عا یا - تاکہ اس کے وسیلہ سے اور اس کی ہدایت زیب و زینت پکر لگے خیالات باطن کی ترویج ہو +

ان فلاسفہ کے نمانہ میں ہر زمانہ میں خدا پرست بزرگ بھی ہوتے رہے ہیں - خداوند تعالیٰ نے دنیا کو کبھی ایسے لوگوں سے خالی نہیں رکھا ہے - یہ لوگ زمین کی اوٹاد ہیں - اور ان کی برکت سے اہل زمین پر رمت نازل ہوتی ہے - جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول خدا مسلم نے فرمایا کہ ان کی برکت سے ہی اہل زمین پر بارش ہوتی ہے اور ان کی برکت سے ہی نرق ملتا ہے - اور اصحاب کشف ایسے ہی لوگوں میں تھے +

نمانہ سلف میں ان فلاسفہ کا مذہب مٹی تھا جس پر قرآن مجید

مستزاج کلام صوفیہ - ناظر ہے - لیکن چونکہ انہوں نے کلام نبوت اور فلاسفہ سے دو کلام صوفیہ کو اپنی کتابوں میں عا یا - اس سے دو چیزیں نہیں پیدا ہوئیں - یعنی ایک ہفت تو اس شخص کے حق میں جس نے سائل فلسفہ کو قبول کیا - اور دوسری اس شخص کے حق میں جس نے سائل مذکورہ کی تردید کی - جو آخرت کو تردید کرنے والوں کے حق میں پیدا ہوتی - وہ ایک آفت عظیم تھی - کیونکہ ضیف العقل فلسفہ یا انداز حق لوگوں میں سے ایک مردہ بننے یہ گمان کیا کہ چونکہ یہ دہل انکار کیا گیا کلام ان کی کتابوں میں منہج اور ان کی بھڑائی باتوں میں غلط ہے - اس لئے لازم ہے کہ اس سے علیحدگی اختیار کیا جائے اور اس کا ذکر ہم زبان پر نہیں آنا چاہئے - بلکہ اس کے ذکر والے پر عمل منکر کے ارتجاب کا الزام لگایا جاوے - اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان لوگوں نے پہلے یہ کلام نہ سنا تھا - اور سنا تو صوفیہ اول اضیاء فلاسفہ سے سنا - اس لئے اپنے ضعف عقل سے انہوں نے یہ بھی سمجھا کہ چونکہ اس کلام کا قائل مجھوٹا ہے اس لئے یہ کلام بھی باطل ہے - اس کی یہی مثال ہے - کہ ایک شخص کسی نصرانی سے سنا ہے کہ لا الہ الا اللہ عیض رسول اللہ اور اس قول کو بڑا سمجھتا ہے - اور کہتا ہے کہ یہ تو نصرانی کا قول ہے - اس سے اتنا نہیں ہو سکتا کہ خدا ٹھیکے اور مال کرے کہ نصرانی جو کافر ہے تو کیا بڑا پسند قول کے ہے - یا لحاظ اس بات کے کہ وہ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار

کہا ہے۔ اگر بجز اس انکار کے اس کے کفر کی آذر کوئی وجہ نہیں ہے تو یہ ہرگز نہیں چاہئے کہ ان امور میں جو حقیقت میں موجب کفر نصرانی نہیں ہیں مگر ایسے امر میں جو فی نفسہ حق ہے اگر اس کو وہ نصرانی بھی حق جانتا ہو اس کی مخالفت کی جائے۔ یہ عادت شیعہ اہل نقل لوگوں کی ہے جو شناخت حق کا مدار لوگوں پر رکھتے ہیں اور یہ نہیں کرتے کہ حق کے اندر سے لوگوں کو شناخت کریں لیکن عاقل آدمی مستطیع مقدار حضرت علی کم مد وجہ کی پیروی کرتے ہیں جنہوں نے فرمایا کہ شناخت حق بذریعہ شناخت آدمی مست کرد۔ بلکہ اول شناخت حق حاصل کرو۔ پھر اہل الحق کی خود ہی شناخت ہو جاوے گی۔ پس صاحب عقل معرفت حق حاصل کرتے ہیں۔ اور پھر نفس قول پر نظر کرتے ہیں۔ اگر وہ حق ہوا۔ تو خواہ اس کا قابل جھوٹا ہو یا سچا اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ بلکہ عاقل آدمی اہل اہل ضلالت کے اقوال میں سے بھی امر حق نکال لینا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ نہ خاص خاک میں سے ہی نکلتا ہے۔ اور اگر مرآت کو اپنی بصیرت پر وثوق ہو۔ تو اس بات کا کچھ خوف نہیں کہ وہ کیسے کہ غیر خاص میں اٹھ ڈالے اور کمرے کو کھوٹے اور جھوٹے مال سے تمیز کر کے علیحدہ کر لے۔ کھوٹے سکہ چلانے والے سے سلا کر ایک گنتوار دیہاتی کے حق میں باعث زہر ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک سمجھدار مرآت کے حق میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ کنارہ دیا پر جانے سے اس شخص کو

مخ کیا کرتے ہیں۔ جو شناسا ہی نہ جانتا ہو۔ نہ تیراک کامل کو۔ اور نہ ہی اٹھ لگانے سے بچنے کو روکا کرتے ہیں نہ افسول گر باہر کہ تم بچے کہ کثر خلقت کو اپنی نسبت یہ ظن غالب ہو گیا ہے۔ کہ ہم کو حق و باطل اور ہدایت و ضلالت کے تمیز کرنے میں کمال درجہ کی عقل و دیانت اور مروت ہے۔ اس لئے جہاں تک ممکن ہو خلقت کو گمراہ لوگوں کی کتابوں کے مطالعہ سے روکا واجب ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس آفت سے جو ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں بچ بھی گئے لیکن دوسری آفت سے بچا ہم ابھی ذکر کرنے والے ہیں نہیں بچ سکنے کے +

جن لوگوں کی طبیعتوں میں علم مستحکم نہیں ہوئے اور جن کی آنکھیں خدا تعالیٰ نے ایسی نہیں کھلیں کہ ان کو مغایب کی غایت مقصد شوحیجہ افسوس نے ہمارے بعض کلمات پر بھی جو ہم نے اپنی تحقیقات میں اسرار علوم دین میں بیان کئے ہیں اعتراضات کئے ہیں۔ اور یہ سمجھا ہے کہ ہم نے وہ کلمات فلاسفہ متقدمین سے لئے ہیں حالانکہ ان میں سے بعض خاص اپنے طبع و اد خیالات ہیں۔ اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ ایک راہگیر کا قدم دوسرے راہگیر کے نقش پر پڑے۔ اور ان میں سے بعض کلمات کتب شرعیہ میں پائے جاتے ہیں۔ اور وہ کلمات زیادہ تر کتب تصوف میں موجود ہیں۔ اور اچھا فرض کرو۔ کہ کلمات مذکورہ سچر کتب فلاسفہ کے آذر کہیں نہیں پائے جاتے۔ لیکن جب کلمات فی نفسہ معقول ہوں اور دلائل منطقی سے

ان کی تائید ہوتی ہو اور کتاب و سنت کے خلاف نہ ہوں تو یہ ہرگز مناسب نہیں۔ کہ ان سے کناہ کشتی اور انکار کیا جائے۔ کیونکہ اگر ہم یہ طریق اختیار کریں اور میں اصرار حق کی طرف کسی پیرو دین باطل کا خیال گیا ہو اس کی ترک کرنے لگیں تو ہم کو اصرار حق کا بہت سا حصہ چھوڑنا پڑے گا۔ اور یہ بھی لازم آئیگا کہ جملہ آیات قرآن مجید و احادیث لمہی و کلمات سلف صالحین و اقوال علماء و علماء صوفیہ سے بھی کناہ کیا جائے کیونکہ مصنف کتاب اخوان الصفا نے ان کو بطور شہادت اپنی کتاب میں حرج کیا ہے اور ان کے ذریعہ سے ائمہ حق کے دلوں کو اپنی طرف کھینچا ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوگا۔ کہ دین باطل کے پیرو حق کو اپنی کتابوں میں دج کر کریم سے چھین لیں گے۔ اکل وہ عالم کا یہ ہے کہ وہ جاہل گنوار کی طرح نہ ہو۔ پس اس کو شہد سے گو کہ وہ آڑ حجامت میں ہو پھر نہیں کرنا چاہئے۔ اس کو یہ بات بہ تحقیق معلوم ہونی چاہئے کہ آڑ حجامت سے نفس شہد میں ملے۔ یہ ایک نفیہ کتاب ہے چار جملات میں جو ۲۲ علوم پر مشتمل ہے اور جس میں ہر ایک علم پر ایک مستقل صلا لکھا گیا ہے۔ جو صلا آیات پر ہے اس میں حقیقت نبوت و مہاد کہ غنیانہ و صنگ پر بیان کیا ہے۔ خیال کیا گیا ہے۔ کہ اس کتاب کو جیسا اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے بہت سے شخص نے لکھا ہے۔ مگر عموماً وہ احمد ابن عبد اللہ کثیر نہایت کی بات ہے + (ترجمہ)

کوئی تفسیر واقع نہیں ہو سکتا۔ طبیعت کا اس سے متفر ہونا جمل عامی بنی ہے۔ اور منشاء اس کا یہ ہے۔ کہ آڑ حجامت ناپاک خون کے واسطے موزع ہے۔ پس جاہل شخص یہ سمجھتا ہے کہ خون شاید آڑ حجامت میں پڑنے کی وجہ سے ہی ناپاک ہو گیا ہے۔ اور انتہا نہیں جانتا کہ وجہ ناپاکی کی تو آڑ صفت ہے جو خود اس کی ذات میں ہے۔ اگر شہد میں وہ صفت موجود نہیں ہے۔ تو ایک طرف خاص میں پڑنے سے اس کو وہ صفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ پس ضرور نہیں کہ اس طرف میں آہلے سے شہد ناپاک ہو جائے۔ یہ ایک دم باطل ہے جو اکثر لوگوں کے دلوں پر غالب ہو رہا ہے۔ جب تم کسی کلام کا ذکر کرو اور اس کلام کو کسی ایسے شخص کی طرف منسوب کرو جس کی نسبت وہ حسن عقیدت رکھتے ہیں تو وہ لوگ فوراً اس کلام کو گو گو وہ باطل ہی کیوں نہ ہو قبول کر لیں گے۔ لیکن اگر اس کلام کو ایسے شخص کی طرف منسوب کرو جو ان کے نزدیک بد اعتقاد ہے تو گو وہ کلام سچا ہی کیوں نہ ہو وہ ہرگز اس کو قبول نہیں کرنے کے۔ غرضیکہ ان کا ہنچہ یہی دترو ہے۔ کہ حق کی شناخت بذریعہ قائل کے کرتے ہیں۔ یہ نہیں کرتے کہ قائل کی شناخت بذریعہ حق کے کریں۔ یہ نہایت گمراہی ہے۔ پس یہ آفت تو وہ ہے کہ جو قبول نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے +

آفت دوم یہ ہے قبول کرنے کی آفت۔ جو شخص کتب فلاسفہ

آفت دوم۔ طائر کے بدن
 اقوال جن کے ساتھ دوسرے
 سے اقوال بال ہی قبول
 کرتے ہوتے ہیں +

مثلاً اثنان الصفا وغیرہ کا مطالعہ کرتا ہے اور
 اُن کلمات کو دیکھتا ہے جو انھوں نے انبیاء کے
 کلام حکت نظام و اقوال صوفیہ کرام سے لے کر
 اپنے کلام میں ملائے ہیں تو وہ اُس کو لکھتے
 لگتے ہیں۔ اور وہ اُن کو قبول کر لیتا ہے۔ اور اُن کی نسبت حسن عقیدت
 رکھنے لگتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ اُس نے دیکھا اور پسند
 کیا ہے اُس کے حسن ظن کی وجہ سے وہ اُن باطل باتوں کو بھی جو
 اُس میں ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ قبول کر لیتا ہے۔ یہ اہل میں ایک قسم
 کا فریب ہے جس کے ذریعہ سے آہستہ آہستہ باطل کی طرف کھینچا جاتا ہے
 اور وجہ اس آفت کے کتب فلسفہ کے مطالعہ سے زجر واجب ہے کیونکہ
 اُن میں بہت خطرناک باتیں اور دھوکے ہیں۔ اور جس طرح اُس شخص
 کو جو شکاری نہ جانتا ہو دنیا کے کناروں کی پھسلن سے بچانا واجب
 ہے اسی طرح غفلت کو ان کتابوں کے مطالعہ سے بچانا واجب ہے۔ اور
 جس طرح سانپوں کے چھوٹنے سے بچوں کی حفاظت کرنی واجب ہے۔
 اسی طرح اس بات کی بھی حفاظت واجب ہے کہ لوگوں کے کانوں
 میں فلسفہ کے اقوال جس میں جھوٹ سچ سب کچھ ملا ہوا ہے نہ پہنچنے
 پائیں۔ انھوں گر پر واجب ہے کہ اپنے خود سال بچے کے رہبر سبب
 کو ماتھ نہ لگائے۔ بلکہ اُس کو معلوم ہے کہ وہ سچے بھی اُسی کی ہیں
 کرے گا اور گمان کرے گا کہ میں بھی یہ کام کر سکتا ہوں بلکہ انھوں

پر واجب ہے کہ بچہ کو سانپ سے اس طرح پر ڈراوے کہ اُس کے
 دہرہ خود سانپ سے بچتا ہے۔ اسی طرح عالم پر جو اپنے علم بین
 مضبوط ہے۔ بینہ بھی کرنا واجب ہے۔ پھر دیکھو کہ انھوں کو کمال
 سانپ پکڑتا ہے۔ چونکہ وہ زہر و تریاق کو پہچانتا ہے تو وہ تریاق
 کو تو علیحدہ نکال لیتا ہے۔ اور زہر کو کھو دیتا ہے۔ ایسے انھوں کو
 یہ مناسب نہیں۔ کہ جو شخص حاجت مند تریاق ہو اُس پر تریاق کے دینے
 میں متخل کرے۔ علیٰ اِذاقیاس ایک طرف ہمہ جو کھوٹے کھرے کا فرق
 سمجھ جانتا ہے۔ جب اپنا ماتھ کیسے سکے بغیر خالص میں ڈالتا ہے
 تو نہ خالص کو علیحدہ نکال لیتا ہے۔ اور چھوٹے سکہ اور دھڑی مال کو
 پرے پھینک دیتا ہے۔ یہ مناسب نہیں۔ کہ ایسے شخص کو جو حاجت مند
 نہ خالص ہو اُس کے دینے میں متخل کرے۔ بینہ یہی طریقہ عالم کو
 اختیار کرنا چاہیے۔ جب حاجت مند تریاق یہ جان کر کہ یہ شے سانپ میں
 سے نکالی گئی ہے جو مرکز زہر ہے اُس کے لینے سے بچ جائے۔ اور
 سکین محتاج شخص سوا لینے میں ہیں خیال آتا کہ اسے کہ جس کیسے
 میں سے یہ نکالا گیا ہے۔ اُس میں تو کھوٹے سکے تھے تو اُس کو آگاہ
 کرتا اور یہ کہنا واجب ہے کہ تمھاری نفرت محض جہالت ہے۔ اور اس
 نفرت کے باعث تم اس فائدہ سے جو مطلوب ہے مجرم رہو گے۔ اور
 اُن کو یہ بھی ذہن نشین کر دینا چاہیے کہ نہ خالص اور نہ غیر خالص
 کے باہم ایک جگہ ہونے سے جس طرح یہ نہیں ہو سکتا کہ غیر خالص

خالص بن جائے۔ اسی طرح خالص غیر خالص نہیں بن سکتا۔
علی بن ابی طالب حق و باطل کے ہم ایک جگہ ہونے سے جس طرح حق
کا باطل ہو جاتا، ممکن نہیں اسی طرح باطل کا حق ہو جانا بھی ممکن نہیں
ہے۔

مذہب کی آفتوں اور دشواریوں کا پس ہم اسی قدر ذکر کرتے چاہتے
تھے جو اوپر مذکور ہوا۔

مذہب تعلیم اور اس کی آفات

امام ماب مذہب اہل تعلیم جب میں علم فلسفہ سے فراغت پا چکا اور اس کی
کی تحقیق شروع کرتے ہیں تکمیل و تعلیم کو چکا اور جو کچھ اس میں کوٹ
تھا وہ بھی دریافت کر چکا تو مجھ کو معلوم ہوا کہ اس علم سے بھی میری
لئے اہل تعلیم ایک فرقہ ہے اہل بحث کا جو اپنے تئیں شیعہ کہتے ہیں۔

یہ فرقہ کئی برسوں سے شہر ہے۔ خواہ اس میں تعلیم یا اہل تعلیم و
ملاحدہ اور عراق میں مزدکیہ و قرامطہ کے نام سے منسوب ہے۔ اس فرقہ
کو باطنیہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کا بڑا اصول مذہب یہ ہے۔ کہ ہر شے ہر کس
لئے بہن ہونا ضرور ہے۔ اور وہ اس اصول کے مطابق شریعت کے جمل احکام کا بڑی
کی تاویل کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک دھرم سے مراد سبابت اہم اعتبار کرتا
ہے اور نماز سے پہلے توبہ تالی الصلوٰۃ تنفی عن الخشاء والہنکو۔ رسول
وارد ہے۔ اور غسل ہے تجبید عہدہ رکوع سے تزکیہ نفس اور روزہ سے نجات

پوری پوری غرض حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور عقل کو ایسا استقلال نصیب
نہیں کہ صحیح مطلب پر حادی ہو سکے۔ اور نہ اس سے ایسا انکشاف
حاصل ہو سکتا ہے کہ تمام مشکلات پر سے حجاب اٹھ جائے۔ چونکہ
اہل تعلیم نے غایت درجہ کی شہرت حاصل کی ہوئی ہے اور تعلقت میں
ان کا یہ دعوئے مشہور ہے۔ کہ ہم کو معافی امور کی معرفت لازم بصیر
حکم بالحق سے حاصل ہوئی ہے۔ اس لئے میں نے یہ ارادہ کیا کہ امتحانات
اہل تعلیم کی تفتیش کروں۔ اور دیکھوں کہ ان کی کتابوں میں کیا لکھا
ہے۔ میل : ارادہ ہی ہو رہا تھا۔ کہ حقیقتہ وقت کی طرف سے ایک
غلیظ وقت کا حکم حکم تاکید پہنچا۔ کہ ایک ایسی کتاب تصنیف کرو جس
امام ماب کے ہم سے مذہب اہل تعلیم کی حقیقت کھل جائے۔ میں
اس حکم کی تعمیل سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اور یہ حکم میرے پہلی دلی
امور امام احمد رضا سے افشاء امر دین وارد ہے۔

امام غفرالی ماب کے نماز میں اس فرقہ کو بت فرخ حاصل ہو گئی تھا
حسن صلاح نے جو ان امام میں ان کا پیشرو تھا پہلے غلات پیدا کر کے غلہ
ماریے کے اوس میں میں پتا رب بٹھا دیا تھا۔
فرقہ باطنیہ نے اپنے مسائل مذہبی میں بت سے احوال غلہ مار کر علم بکریہ کے
طرز پر بت مذہبی تصنیف کی تھیں۔ امام غفرالی ماب نے اس فرقہ کی بنیاد میں متعدد
کتابیں لکھیں۔ چنانچہ اسی کتاب میں قییدہ اس امر کا تفصیل ذکر آئیگا + و نیز ہم
میں نے ابی الیاس احمد المستظہر رحمہ اللہ جو اس وقت طیف تھے ۱۹۰۶ء

تقصید کے انجام کے لئے ایک اور تحریک خارجی ہو گئی۔ پس میں نے اس کام کو اس طرح پر شروع کیا۔ کہ اہل تعلیم کی کتابوں کو دیکھ کر دیکھ کر اور ان کے اقوال جمع کرنے لگا۔ میں نے ان لوگوں کے بعض اقوال جدید سنے تھے۔ جو خاص اس زمانہ کے لوگوں کے خیالات سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور ان کے عقائد کے طریق مسود سے مختلف ہیں۔ پس میں نے ان اقوال کو جمع کر کے نہایت عمدگی سے ترتیب کیا۔ اور بعد تحقیق کے نام صاحب سے میں مل کر ان کا پورا پورا باب تحریر کیا۔ یہاں تک کہ میں نتیجہ دیا کہ غرضیہ غرضیں ہیں۔ اہل حق مجھ سے نہایت اشتہار خاطر ہوئے۔ کہ ان میں سے اہل تعلیم کے دلائل کی تقریر میں بہت سبب لیا گیا ہے۔ اور مجھ سے کہنے لگے کہ اس قسم کی تقریر کرنا گیا اہل تعلیم کے فائدہ کے لئے خود کوشش کرنا ہے۔ اور اگر تو اس قسم کے شبہات کی خود تحقیق و تربیت نہ کرتا۔ تو ان لوگوں میں تو اس قدر بہت نہ تھی کہ اپنے مذہب کی تائید میں اس قدر تقریر کر سکتے +

اہل حق کا اس طرح پر اشتہار خاطر ہونا ایک وجہ سے سچا تھا۔ کیونکہ جب حادث مجاہدی نے مذہب ستر کی ترویج میں ایک کتاب تصنیف کی تھی تو اچھا منسل بھی اس بات پر ان سے اشتہار خاطر ہو گئے تھے اس پر حادث مجاہدی نے جواب دیا تھا۔ کہ بدعت کی تردید کرنا فرض ہے۔ حادث مجاہدی کا یہ علم میں سے ہوئے ہیں۔ مگر امام احمد منسل کے ہر سچے علم کام میں سب سے اہل کتب تصنیف کرنے کی قوت انہیں کو حال ہے +

ہے۔ احمد نے کہا کہ ان سے سچ ہے۔ پر اول تو نے پڑھنے والوں کے شبہات بیان کئے ہیں اور پھر ان کا جواب دیا ہے۔ لیکن یہ اندیشہ کہیں طرح رفع ہو سکتا ہے۔ کہ شاید اس شبہ کو کوئی ایسا شخص مبالغہ کرے جو شبہ کو بغلی سمجھ لے۔ لیکن وہ جواب کی طرف توجہ نہ دیا۔ شبہ دیکھو۔ کہ جواب کی طرف توجہ نہ ہو لیکن وہ اس کو سمجھ نہ سکے۔ اچھا کہ جواب لے جو کچھ کہا وہ سچ ہے۔ لیکن یہ بات اس قسم کے شبہ کی بابت صحیح ہو سکتی ہے جو مشہور اور شائع نہ ہوا ہو۔ لیکن جب کوئی شبہ شائع ہو جاوے تو اس کا جواب دینا واجب ہے اور جواب بغیر اس کے ممکن نہیں ہے کہ اول شبہ کی تقریر کی جائے۔ ان اہل حق سے ضرور ہے۔ کہ ضروری تکلف کر کے کوئی شبہ پیدا نہ کیا جاوے۔ چنانچہ میں نے کوئی شبہ بغیر تکلف پیدا نہیں کیا۔ بلکہ یہ شبہات میں ایک شخص سے سنا ہے انہیں جواب کئے تھے۔ جو اہل تعلیم میں شامل ہو گیا تھا۔ اور اس نے ان کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔ وہ بیان کرتا تھا کہ اہل تعلیم ان مصنفوں کی تصنیفات پر جو وہ اہل تعلیم کی تدبیر میں نہایت سہولت بہت تھا۔ اس میں بھی ہمارے علماء دین جو نہیں جانتے کہ علم مکہ کے مشیر نے کہا کہ ہر ایک لوگوں کے دلوں میں مذہب کی منت کی نسبت شبہات پیدا کر دینے ہیں اسی قسم کے ایسی خطروں کی پہ پر مباحث کلامی کی اشاعت کے مختلف ہیں۔ مگر وہ اس مخالفت سے اسلام کو سخت ضرر پہنچائے گا + (مترجم)

تصنیف کرتے ہیں سنتے ہیں۔ کیونکہ ان مصنفوں نے اہل تعلیم کے دلائل کو نہیں سمجھا۔ چنانچہ اسی دوست نے ان دلائل کا ذکر کیا اور اہل تعلیم کی طرف سے اُن کو شکایت بیان کیا۔ مجھ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ میری نسبت یہ گمان کیا جائے کہ میں ان لوگوں کے اصل دلائل سے ناواقف ہوں۔ پس میں نے اسی واسطے اُن دلائل کو بیان کیا۔ اور میں نے اپنی نسبت اس گمان کا جواب بھی بہتر نہ سمجھا کہ وہ میں نے وہ دلائل سنئے تو ہیں۔ لیکن اُن کو سمجھا نہیں ہے۔ اس لئے میں نے اُن کے دلائل کی تقریر بھی کی ہے۔ اور مقصد کلام یہ ہے کہ جہانگیر اُن کے شبہات کی تقریر کئی ممکن تھی وہاں تک میں نے تقریر کی ہے اور پھر اس کا فساد اور اِنکار کیا ہے کہ اُن کے کلام کا کوئی نتیجہ یا حائل نہیں ہے۔ اور اگر اسلام کے جاہل دوستوں کی طرف سے کچھ بحث نہ ہوتی۔ تو یہ بدعت باوجود اس قدر ضعف کے اس وجہ تک نہ پہنچتی لیکن شدت تعصب نے حامیان حق کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اہل تعلیم کے ساتھ اُن کے مقدمات کلام میں نزاع کو طول دیں۔ اور اُن کے ہر قول سے انکار کریں۔ حتیٰ کہ ان لوگوں نے اہل تعلیم کے اس دعوے سے بھی انکار کیا کہ انسانوں کو تعلیم اور مسلم کی ضرورت ہے۔ اور ہر ایک مسلم صلاحیت تعلیم نہیں رکھتا۔ بلکہ ضرور ہے کہ ایک مسلم مصمم ہو لیکن وہ باب اُفتاد ضرورت تعلیم و مسلم دلائل اہل تعلیم غالب رہیں۔ اور اُن کے متبادل میں قول مسکین کرہ رہا۔ اس پر بعض لوگ نہایت مغرور

ہوئے۔ اور سمجھا کہ یہ کلاسیائی اس وجہ سے ہوئی۔ کہ ہمارا مذہب قوی اور ہمارے مخالفوں کا مذہب ضعیف ہے۔ اور یہ نہ سمجھا کہ اُس کی وجہ یہ ہے کہ خود وہ گمان حق ضعیف ہیں اور طریق نصرت حق سے ناواقف ہیں +

بعض نزاعات اہل ایسی حالت میں اس بات کا اقرار کرتا بہتر ہے کہ مسلم کی اسلام کا جواب ضرورت ہے اور اس کا بھی کہ بے شک وہ مسلم مصمم ہے پر ہمارا مسلم مصمم مجمل مسلم ہے۔ اب اگر وہ یہ کہیں کہ ان کو تو انشغال ہو چکا ہے تو ہم کہیں گے کہ تمہارا مسلم غایب ہے۔ پھر اگر وہ یہ کہیں کہ ہمارے مسلم نے دعوت حق کرنے والوں کو تعلیم دیکر مختلف شہروں میں منتشر کیا ہے۔ اور وہ اس بات کا خنجر ہے۔ کہ لوگوں میں اگر کوئی اختلاف واقع ہو یا اُن کو کوئی شکل پیش آئے تو وہ اُسکی طرف رجوع کریں تو اُس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ ہمارے مسلم نے بھی دعوت حق کرنے والوں کو علم سکھایا ہے۔ اور اُن کو مختلف شہروں میں منتشر کیا ہے۔ اور تعلیم کو کمال دہرہ پر پہنچایا ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے الیوم اکملت لکم دینکم اور تعلیم کے کمال ہوجانے کے بعد جس طرح غایب ہوجانے سے کچھ فرق نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اُنکے مروجانے سے کچھ فرق نہیں ہو سکتا +

اب اُن کا ایک سوال باقی رہا کہ جس امر کی نسبت ہم نے مسلم سے کچھ نہیں سنا ہے اُس میں کہیں طور سے حکم دیں۔ کیا نہیں

بذریعہ نص کے حکم دیں مگر ہم نے کہیں کوئی نص نہیں سنی۔ کیا بذریعہ اجتہاد
 پہلے کے حکم دیں؟ مگر اُس میں اختلاف واقع ہونے کا خوف ہے۔ سو
 اس کا ہم یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ ایسی صورت میں ہم اُس طور پر
 عمل کریں گے جس طرح پر سناؤ نے کیا تھا۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے جانب میں دعوت اسلام کے لئے بھیجا تھا۔ پس بصورت
 ہونے نص کے ہم اُس کے بموجب حکم دیدیں گے۔ اور بصورت نہ ہونے
 نص کے اجتہاد سے حکم دیں گے۔ چنانچہ اہل تعلیم کے دعوت کریں گے
 بھی جب امام سے بہت دور مشرق انتہا مشرق کی طرف ہوتے ہیں۔ تو
 اسی طریق پر عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ بذریعہ نص حکم دیا جائے
 کیا وجہ کہ نصوص متناہیہ واقعات غیر متناہیہ کے لئے کافی نہیں ہو سکتے
 اور نہ یہ ممکن ہے۔ کہ ہر ایک واقعہ کے لئے امام کے شہر کی طرف رجوع
 کریں۔ اور بعد قلع ساف پھر واپس آویں۔ ممکن ہے کہ اس عرصہ
 میں سوال کنندہ مر جائے۔ اور جو فائدہ رجوع سے مقصود تھا وہ فوت
 ہو جائے۔ دیکھو جس شخص کو سمت قبلہ میں شک ہو اُس کو بجز اسکے
 اند کوئی چارہ نہیں۔ کہ اجتہاد سے نواز ادا کرے۔ کیونکہ اگر وہ شخص
 سمت قبلہ کے لئے امام کے شہر کی طرف رجوع کرے گا تو نماز کا وقت
 فوت ہو جائیگا۔ پس جس صورت میں بناء فطن ہر سمت غیر قبلہ کی طرف
 نماز جائز ہے۔ اور یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اجتہاد میں غلطی کرنے والے کے
 لئے نیک اجر اور صحت والے کے لئے وہ اجر ہیں۔ تو اسی طرح جلا اُس

اجتہاد کا حال ہے۔ اور علی بن النقیس فقیروں کو زکوٰۃ کے دوسرے
 دینے کی نسبت سمجھنا چاہئے۔ اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ کہ ایک شخص
 اپنے اجتہاد سے کسی آدمی کو فقیر سمجھتا ہے۔ اور وہ حقیقت میں غنی
 ہوتا ہے اور اپنے حال کو افشا کرتا ہے۔ سو مگر ایسا شخص غلطی نہیں
 کرے تو اُس غلطی پر اُس کو کچھ سزا دینا چاہئے۔ کیونکہ مواخذہ ہر شخص
 پر صرف بوجہ اُس کے اعتقاد کے ہوتا ہے۔ اب اگر یہ اعتراض کیا جائے
 کہ ہر ایک شخص کے خلاف کا اعتقاد بھی اُسی وجہ کا ہے جس وجہ کا
 اُس کا اپنا اعتقاد ہے۔ تو ہم یہ جواب دیں گے کہ ہر شخص کو خود اپنے
 اعتقاد کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس طرح کہ سمت قبلہ میں چٹنا
 کرنے والا اپنے اعتقاد کی پیروی کرتا ہے مگر کوئی اور شخص اُسکی خلاف
 کرے۔ اب اگر یہ اعتراض کیا جائے۔ کہ اس صورت میں متقلد پر امام
 ابوحنیفہ و شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیروی کرنا لازم ہے یا کسی اور کی؟
 تو ہم یہ پوچھیں گے کہ متقلد کو جب سمت قبلہ کی نسبت اشتباہ ہو
 اور اجتہاد کرنے والوں میں اختلاف واقع ہو۔ تو اُس کو کیا کرنا چاہئے؟ ناچار
 اس کا یہی جواب دے گا کہ وہ اپنے دل سے اجتہاد کرے۔ کہ وہ
 دلائل قبلہ کے باب میں کسی شخص کو سب سے عالم اور سب سے فاضل
 سمجھتا ہے۔ سو اُسکی کے اجتہاد کی پیروی کرنی لازم ہے۔ اسی طرح
 پر مذہب کا حال ہے۔ پس خلافت کا اجتہاد کی طرف رجوع کرنا امام
 ضروری ہے۔ انبیاء و ائمہ بھی اوجود علم کے کہیں کہیں غلطی کرتے

تھے۔ چنانچہ خود رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ میں صرف بموجب ظاہر کے حکم کرتا ہوں۔ اور عہدیدوں کا ایک نڈا ہے۔ - مٹنے میں غالب تمن پر جو قول شریعت سے جا مل رہتا ہے حکم کرتا ہوں۔ - اور قول شریعت میں کبھی کبھی خطائیں بھی ہوتی تھیں۔ پس جب ایسے اجماع کی بات ہو تو کیا بھی خطا سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ تو اور انخاص کیا امید کر سکتے ہیں ؟

اس مقام پر اہل فہم کے دو سوال ہیں۔ ایک یہ کہ اگرچہ قول مجرورہ بالا اور اجتہادی کے باب میں صحیح ہے۔ لیکن اصول عقاید کے باب میں صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حمل قواعد میں غلطی کرنے والا مذکور شخص نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں کیا طریق اختیار کرنا چاہئے؟ اس سوال کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اصول و عقاید کتاب سنت میں مذکور ہیں۔ اور اس کے سوا جو اذامہ اور از قسم تفصیل و مسائل اختلافی ہیں۔ اس میں امر حق بذریعہ قسطان مستقیم کے وزن کرنے سے مسلم ہو جاتا ہے۔ اور یہ وہ موازن ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نوکر فرمایا ہے اور یہ قعدہ میں پہنچے ہیں۔ اور ہم نے ان کو کتاب قسطان مستقیم میں بیان کیا ہے۔ اب اگر یہ اعتراض کیا جائے۔ کہ

۱۔ امام خوالی صاحب نے اپنی کتاب قطاس مستقیم میں ہر ایک قسم کی حدیث کے مانجھنے اور تولیے کے لئے پانچ ترازو مقرر کئے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک سے تولیے کے بعد جدا طریق بنائے ہیں۔ اور ہر موازنہ

تیسرے مخالف اس میٹرن میں کچھ سے اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ تو ہم
نمبر کے یہ تمام رکھے ہیں۔ (۱) میٹرن قنابل اکبر (۲) میٹرن قنابل
اوسط۔ (۳) میٹرن قنابل اصغر (۴) میٹرن تلازم (۵) میٹرن قنابل
میٹرن اکبر یہ ہے کہ جب کبھی شے کی صفت معلوم ہو اور اُس صفت
کی نسبت کوئی حکم ثابت ہو تو ضرور ہے کہ مصروف کے لئے وہ حکم ثابت ہو
نہر کی صفت مساوی مصروف ہو اُس سے عاشر ہو +

میں ان اوسط ہے کہ اگر ایک شے سے کسی اور کی فقی کی جائے۔ اور
 میں اس کی اور شے کے لئے ثابت کیا جائے تو شے اول سبب شے ثانی
 کے ہوگی *

میں ان احمدیہ کے نگر اور ایک شے پر صادق آئیں تو ضرور ہے کہ ان
 لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی ایک دوسرے پر صادق آئے +

عینہ اللہ تھانم : ہے کہ وجود غلام موسیٰ وجود لازم ہوتا ہے ۔ اور نفی
 لازم موسیٰ نفی غلام ہوتی ہے ۔ اور نفی غلام کا وجود لازم سے کوئی نتیجہ
 نہیں نکل سکتا +

میلان عقائد یہ ہے کہ اگر کوئی اہل عرف و قبروں میں مفسر ہو تو ضرور ہے کہ ایک کے ثبوت سے دوسرے کی نفی اور ایک کی نفی سے دوسرے کا ثبوت ہو۔

اس مابین خدائے اقدس اور شرط میں سے تول میں کسی نہ کرنے پائے اور
اس امر کی توضیح کہ صلاحتا ہے عرب کہ ان مابین سے کس طرح وہا کہتے ہیں :-
بہر تخیل کہ **القطا من المستقیم** میں معنی + (ترجمہ)

جواب دیتے ہیں کہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص اس میزان کو
اچھ بٹے اور پھر اس میں مخالفت کرے۔ کیونکہ اس میزان میں نہ تو
مذہب فیہ ہی مخالفت کر سکتے ہیں۔ کیا وجہ کہ میں نے اس کو وزن کیا
ہے۔ استخراج کیا ہے۔ بعد وزن میں سے ہی میں نے اس کو میکا ہے
نہ اہل منطق مخالفت کر سکتے ہیں۔ کیس نے کہ وہ ان کی مشاطہ منطق
کے میں موافق ہے اور ان کے مخالف نہیں ہے۔ نہ متکلمین مخالفت
کر سکتے ہیں کیونکہ وہ میزان ان کے دلائل معزات کے میں موافق ہے
اور مسائل علم کلام میں اس میزان کے ذریعہ سے ارفع ظاہر کیا جاتا
ہے۔

اب اگر معترض یہ اعتراض کرے کہ اگر تیرے ہاتھ میں ایسی میزان
ہے تو خلعت سے اختلاف کیوں نہیں منع کرتا؟ تو میں جواب میں
یہ کہوں گا کہ اگر وہ لوگ کان دھکر میری بات سنیں تو ضرور اختلاف
بہمی منع ہو جاوے۔ ہم نے کتاب قطاس مستقیم میں طریق منع اختلاف
بیان کر دیا ہے۔ اس پر غور کرنا چاہئے۔ تاکہ سمجھ کہ معلوم ہو کہ وہ میزان
حق ہے۔ اور اس سے پہلے اختلاف اور جو سکتا ہے۔ بشرطیکہ لوگ
اس میزان کو توبہ سے سنبھالیں۔ لیکن سب لوگ اس کو توبہ سے نہیں
سنبھال سکتے۔ چنانچہ ایک جماعت انھیں نے میری بات توبہ سے سنی۔ سو
ان کا اختلاف باہمی منع ہو گیا۔ تیسرا ام جو یہ چاہتا ہے کہ باوجود علم
تو بھی خالق ان کے اختلافات نہ کرے۔ کیا وجہ ہے کہ اب تک

اسی سے اس اختلاف کو منع نہیں کیا۔ اور کیا وجہ ہے کہ حضرت
علی کرم اللہ وجہہ نے بھی جو پیشوا آئمہ ہیں اس اختلاف کو منع
نہیں کیا۔ کیا تھا۔ دعویٰ ہے کہ وہ لوگوں کو نبردستی اپنی بات کے
مختے پر متوجہ کر سکتے ہیں؟ اگر یہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ اب تک
ان کو مجبور نہیں کیا؟ اور کس دن کے لئے یہ رکھا ہے؟ اور ان
کی دعوت کہنے سے جو کثرت اختلاف و کثرت مخالفتیں اور کیا حاصل
ہوا؟ ان صورت اختلاف میں تو صرف ایسے ضرر کا اندیشہ تھا جو کہ
انکام یہ نہیں ہوتا کہ انسان قتل ہوں اور شہر برباد ہوں اور بچے
نہم ہوں اور ہست روئے جائیں اور مال کی چوری کیا گئے۔ لیکن دنیا
میں تمہارے منع اختلاف کی برکت سے ایسے حادثہ واقع ہوئے ہیں جو
پتلے بھی نہیں سنے گئے تھے۔

اگر معترض یہ کہے کہ تیرا دعویٰ یہ ہے کہ تو خلعت میں سے اختلاف
دور کر دے گا۔ لیکن بر شمس غائب تناقض اور اختلافات متقابل
میں سمیر ہو تو اس پر یہ واجب نہ ہوگا کہ تیرے کلام کو توبہ سے سنے
اور تیرے مخالف کے کلام کو نہ سنے۔ حالانکہ تیرے بت سے دشمن
مخالف ہیں گئے۔ اور سمجھ میں اور ان میں کچھ فرق نہیں ہے۔
ہل تعلیم کا دوسرا سوال ہے۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں
اول تو یہ سوال اٹھ کر تم پر ہی وارد ہوتا ہے کہ کونکے جب ایسے
مسئلے میں معترض کے ملے پٹے کی کچھ ضرورت تھی۔ اس سوال کا اس

شخص متعیر کو تم نے خود اپنی طرف لایا تو متعیر کے گناہ کا کیا وجہ ہے کہ تو اپنے متین اپنے مخالف پر ترجیح دیتا ہے۔ حالانکہ اکثر اہل علم تیرے مخالف ہیں۔ کاش جو کہ مسلم ہو کہ تو اس اعتراض کا کیا جواب دے گا۔ کیا تو یہ جواب دے گا کہ ہمارے امام پر رض قرآن وارد ہے مگر جب اس شخص نے نص مذکور وصل علیہ السلام سے نہیں سنی تو وہ اس وجہ سے میں سمجھ کر کیونکر سنا سمجھے گا؟ اور اس نے تو تیرا دعوے ہی نہیں سنا اور ساتھ ہی اس کے جملہ اہل علم نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ تو مخترع اور مجبور ہے۔ اچھا فرض کرو کہ اس نے نص مذکور تسلیم بھی کر لی۔ تو اگر وہ شخص اہل نبوت میں متعیر ہوگا۔ تو یہ سمجھے گا کہ اچھا فرض کیا کہ تیرا امام مجبور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل بھی ادا ہے۔ اور یہ کہے کہ میری صداقت کی یہ دلیل ہے کہ میں تیرے آپ کو زندہ کروں گا چنانچہ اس کو زندہ بھی کرے۔ اور مجھ کو کہے کہ میں سنا ہوں۔ تو مجھ کو اس کی صداقت کا کس طرح علم ہو؟ کیونکہ اس معجزہ کے دور سے تو تمام خلقت نے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صداقت کو بھی نہیں سنا تھا +

جواب یہ تھا کہ !! میرا حکم تو کس شمار میں ہے۔ خود خدا تعالیٰ نے اپنے حکم کو ان لوگوں کے لئے بہت قوی کر دیا ہے جو اس کو سنتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ كما قال الله تعالى - لا تاتين جنه هدى يمشون الذين يؤمنون بالغيب الى اخر الآية + (درجہ)

اس کے سوا اور بہت سے شکل سوالات ہیں جو سوائے دلیل عقلی کے بغیر نہیں ہو سکتے۔ اب تیرے نزدیک دلیل عقلی یہ ہے کہ وہ حق نہیں ہو سکتا۔ اور معجزہ سے صداقت اس وقت تک مسلم نہیں ہو سکتی۔ جب تک سحر کی حقیقت اور سحر اور معجزہ کے درمیان فرق معلوم نہ ہو۔ اور نیز جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو گمراہ نہیں کرتا۔ اور یہ مسئلہ کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو گمراہ کرتا ہے! نہیں ہے۔ اس کے جواب کا اشکال مشہور ہے۔ پس ان تمام اعتراضات کا جواب کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور تیرے امام کی پیروی اس کے مخالف کی پیروی پر مقدم نہیں ہے۔ انجام کار وہ ان دلائل عقلی کو بیان کرے۔ گئے گا جس سے وہ انکار کرتا تھا اور اس کا مخالف بھی ویسا ہی ہو گا اس سے واضح تر دلائل بیان کرے گا۔ اس سوال سے ان میں ایسا انقلاب عظیم واقع ہوا ہے۔ کہ اگر ان کے سب اگلے اور پچھلے اس کا جواب لکھنا چاہیں تو نہیں لکھ سکیں گے۔ اور حقیقت میں یہ خیالی ان شیف اہل دلوں کی وجہ سے پیدا ہوئی جنہوں نے اہل علم کے ساتھ مباحث کیا۔ اور بھانے اس کے کہ اعتراض کو خود اُنہر اُنہر ڈالیں وہ جواب دینے میں شغول ہو گئے لیکن یہ طریق ایسا ہے۔ کہ اس کام میں طول ہو جاتا ہے۔ اور وہ خود ترسے میں نہیں آ سکتا۔ یہ طریق مناظرہ جسم کے سبک کرنے کے لئے مناسب نہیں ہوتا۔ اب اگر معترض یہ کہے کہ یہ تو معترض پر اعتراض کا ثبوت عقلی ہوا

مگر کیا کوئی اس سوال کا جواب تحقیقی بھی ہے؟ تو ہم کہیں گے۔ کہ اس
اسکا یہ جواب ہے۔ کہ اگر شخص خیر مذکر نے عورت سے کہا کہ میں تمہارے
تو کوئی نسخہ معین نہیں کیا کہ فلاں مسئلہ میں تمہارے۔ تو اسکو یہ کہا جائیگا
کہ تو اس مرض کی دوا ہے۔ جو کہے کہ میں بیمار ہوں لیکن اپنا اصل
مرض نہ بتلائے۔ علاج طلب کرے۔ پس اسکو یہ کہا جائیگا کہ دنیا میں مرض
مطلق کا کوئی علاج نہیں ہے۔ لیکن امراض میں مثلاً دوسروہ امثال وغیرہ
کے علاج تو ہیں۔ سو تمہارے معین کرنا چاہئے کہ وہ کس امر میں تمہارے
جب وہ کوئی مسئلہ معین کرے۔ تو ہم اسکو امرحی اُن موازین سے کہ دیر
سے وزن کر کے سمجھیں گے۔ جسکو ہم کہہ رہے ہیں کہ چار و ناچار عجز
کرنا پڑتا ہے کہ بیگ یہ۔ یہی میزان ہے۔ کہ لیسے ذریعہ سے جو شے
وزن کی جائے وہ قابل وثوق ہے۔ پس وہ میزان کو سمجھ لیگا اور اسکے
ذریعہ ہی وزن کا صحیح ہونا بھی سمجھ لیگا۔ جس طرح حساب سیکھنے کا
طریقہ نفس حساب کو سمجھ دیتا ہے اور نیز اس بات کو کہ سلم حساب خود
حساب جانتا ہے اور اس علم میں سچا ہے۔ ہم نے تیس لے اس امر کی
تشریح کتاب قطاس میں میں اوراق میں کی ہے۔ پس اس کتاب کو خود
سے پڑھنا چاہئے۔ فی الحال یہ مقصود نہیں کہ اہل قلم کے ذہب کی ذرا
لامصاب کی تصانیف بیان کی جائے۔ کیونکہ یہ امر۔

در تہذیب اہل قلم
ثانیاً۔ کتاب حجۃ الحق میں۔ یہ کتاب اہل قلم کے ان اعتراضات کا

جواب ہے جو بنیاد میں ہمارے روزہ پیش کئے گئے۔
ثالثاً۔ کتاب مقصود الخلاف میں جو بارہ فصل کی کتاب ہے۔ اور
یہ کتاب اُن اعتراضات کا جواب ہے جو مقام ہمدان میں ہمارے روزہ
پیش کئے گئے۔

رابعاً۔ کتاب الدرر میں۔ جس میں خذہ وار فقہ ہیں۔ اس کتاب میں
اُن کے وہ اعتراضات درج ہیں۔ جو مقام طبرستان میں ہمارے روزہ
پیش کئے گئے۔ یہ اعتراضات سب شے زیادہ دیکھ ہیں۔

خامساً۔ کتاب القطاس میں۔ یہ کتاب فی نفسہ ایک مستقل تصنیف
ہے۔ اسکا مقصد یہ ہے کہ میزان علوم بیان کی جائے۔ اور یہ بتلایا جائے کہ
برخص اُس میزان پر حادی ہر جائے تو پھر اسکو امام کی کچھ حاجت
نہیں حتیٰ بکر یہ جلتا بھی مقصود ہے۔ کہ اہل قلم کے پاس کوئی ایسی
شے نہیں جس کے ذریعہ سے تاریکی رائے سے نہایت لے۔ بلکہ وہ تعین
امام پر دلیل قائم کرنے سے عاجز ہیں۔

ہم نے اپنا بھی آزمائش کی اور مسئلہ ضرورت قلم و سلم معصوم میں
اُن کو سچا تسلیم کیا۔ اور نیز یہی تسلیم کیا کہ سلم معصوم وہی شخص ہے
جو انھوں نے معین کیا ہے۔ لیکن جب ہم نے اُسے اس علم کی بابت
سوال کیا۔ جو انھوں نے اس امام معصوم سے سیکھا ہے۔ اور چند
اشکالات اُن پر پیش کئے تو وہ لوگ اسکو سمجھ ہی نہ سکے۔ چہ جائیکہ اُن
اشکالات کو حل کرتے۔ جب وہ لوگ عاجز ہوئے تو امام غائب کی طرف

ہوئے اور کہا کہ اُنکے پاس سفر کر کے جانا ضرور ہے۔ تعجب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تمام عمریں غلبہ مسلم میں اور اس امید میں کہ اُنکے تخریم سے نفع پکڑا سباب ہوں گے برپا کیں۔ اور مطلق کوئی شے اسکا حاصل نہ کی۔ ان کی مثال اُس شخص کی ہے جو سہجاست کی وجہ سے تباہکار ہو اور اپنی کئی تلاش میں تباہ و دو کرتا ہو۔ اور آخر اُس کو پانی مل جائے۔ اور اُسکو وہ پہچان نہ کرے اور دستور آلود سہجاست رہے +

بعض لوگوں نے اُن کے کچھ علم کا دعویٰ کیا ہے۔ اور جو کچھ انہوں نے بیان کیا وہ بعض ضعیف اقوال منقولہ فیثا غورث تھے۔ یہ شخص مستبدین ملکا میں سے ہے اور اُسکا مذہب متبع مذہب

ملہ یہ ہو گیا ہے جس نے اپنے تئیں مٹا فیثوت سے ملاد کیا۔ یہ حکم اسبات کا قائل تھا کہ آفتاب مرکز عالم ہے۔ اور کہ زمین پلور سیارہ اُنکے گرد گزرتا ہے۔

اور اُنکی اس تہذیب سے علماء اہل اسلام کو بھی تخریم تھی۔ یہ حکم ستارح کا بھی قائل تھا۔ کہتے ہیں کہ اُس نے ایک مرتبہ دیکھا کہ کوئی شخص ایک تختے کو مارا ہے۔ اور پتلا ہے۔ فیثا غورث نے اُسکو مارنے سے منع کیا اور کہا کہ میں اس کو پہچانتا ہوں۔ یہ سیرا ایک دوست ہے جس کی طرح ہر غلطی کے جسم میں آگئی ہے +

یہ ایسے نامی ملکا کا سادہ کے لب میں ایسے بیسودہ عقاید رکھنا صاف ملکی ہے اسبات کی کہ علوم حکیمہ اور صدقائے مذہبی کا شیخ ایک نہیں ہے۔ ورنہ ایسے بقدر سادہ سادہ میں اس قدر شوگریں دکھاتے۔ مگرین الامام کو ایسے لوگوں کے حالت سے عجز و استغناء کرنی چاہیے + (مترجم)

خافسہ سے ضعیف تر ہے۔ اصطلاح طالیس نے اُنکی تردید کی ہے۔ اور اُنکے اقوال کو ضعیف اور ذلیل ثابت کیا ہے۔ چنانچہ اُسکا بیان کتاب احوال

میں موجود ہے۔ اور حقیقت میں فیثا غورث کا فلسفہ سب سے زیادہ ہیمنی ہے۔ تعجب ہے ایسے شخص پر جو اپنی تمام عمر تحصیل علم کی مصیبت اٹھائے اور پھر ایسے کمزور دینی علم پر قناعت کرے اور یہ کہنے

کہ میں غایت دہجہ کے مقاصد علوم پر پہنچ گیا ہوں۔ پس ان لوگوں کا چشمہ دہنے سمجھ کر کیا اور اُنکے ظاہر و باطن کا امتحان کیا تو یہ معلوم ہوا کہ یہ لوگ عوام الناس اور ضعیف العقول کو اسطرح آہستہ آہستہ

غیب میں لائے ہیں کہ اول تو ضرورت مسلم بیان کرتے ہیں۔ اور جب وہ ضرورت تعلیم سے انکار کرتے ہیں تو یہ قوی اور مستحکم کلام سے اُنکے ساتھ مجادل کرتے ہیں۔ اور جب ضرورت مسلم کے باب میں کوئی

شخص اُنکی مساعدت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اچھا ناؤ بھوکو اٹھا علم بتلاؤ۔ اور اُنکی تعلیم سے بھوکو فائدہ بخشو تو وہ غبر جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اب جو تو نے ضرورت مسلم تسلیم کر لی ہے۔ تو بڑی غلبہ اُسکو حاصل کرنا چاہیے

کیونکہ میری غرض صرف اُمید تھی۔ وہ اسکی یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اگر میں کچھ اُد آگے بڑھا تو ضرور جوا ہوں گا۔ اور اُنکے اقوال

مشکلات کے حل کرنے سے عاجز ہو جاؤں گا۔ بلکہ اُن کا جواب دینا تو درکنار ان کے سمجھنے سے بھی عاجز رہوں گا +

پس اہل تعلیم کی یہ حقیقت حال تھی جو ادبی گندی

طریق صوفیہ

جب میں ان علوم سے فارغ ہو گیا تو میں نے تمام تربیت اپنی طریق صوفیہ کی طرف مبذول کی۔ اور میں نے دیکھا کہ عمل دونوں کی فروغ ہے۔ کہ طریق صوفیہ اس وقت کامل ہوتا ہے۔ جس وقت اس میں علم اور عمل دونوں ہوں۔ اور اس کے علم کی غرض یہ ہے کہ انسان نفس کی گھاٹیلوں کو کٹے کرے۔ اور نفس کو بڑے اخلاق اور ناپاک صفات سے پاک کرے۔ یہاں تک کہ اس کا دل سوا اللہ تعالیٰ کے اور ہر ایک شے سے خالی اور ذکر خدا سے آماتہ ہو جائے۔ میرے لئے بہ نسبت عمل کے علم زیادہ تر آسان تھا۔ پس میں نے علم صوفیہ کو بطبع امام صاحب نے قوت العقول پر تحصیل کرنا شروع کیا۔ کہ ان کی کتابیں شفاء و دیگر تصانیف شاخ عقلم قوت العقول ابو طالب کی و تصنیفات کا سہ مشہور کیا۔ و بایزید بسطامی و غیر شاخ سلاوی کی کتاب۔ یہاں تک کہ ان کے مقاصد علمی کی حقیقت سے بخوبی واقف ہو گیا۔ اور ان کا طریق جس قدر بذریعہ تعلیم و ترقیر کے حاصل ہو سکتا تھا وہ حاصل کر لیا۔ مجھ پر کھل گیا۔ کہ خاص خاص باتیں ان کے طریقے کی وہ ہیں جو سیکھنے سے نہیں آتی صوفیہ کا وہ قسم تھا جس قدر میں۔ بلکہ وہ دوسرے ذوق و حال و تبدیل صفات سے حاصل سے حاصل ہوتا ہے۔ پیدا ہوتی ہیں۔ کس قدر فرق ہے۔ ان دو مخصوص

جن میں سے ایک تو محنت و شکم سیری اور ان کے اسباب و شرائط کو جانتا ہے اور دوسرا فی الواقع سادست اور شکم سیر ہے۔ یا ایک شخص نشہ کی قریب ہے واقف ہے اور وہ جانتا ہے۔ کہ نشہ اس حالت کا نام ہے۔ کہ بھلائیات سادہ سے اٹھ کر ذلیع پر غالب ہو جائیں۔ اور دوسرا شخص بہ حقیقت جانتا ہے۔ بلکہ وہ شخص جو نشہ میں ہے۔ قریب نشہ اور اس کے علم سے واقف ہے۔ وہ خود نشہ میں ہے لیکن اس کو کسی قسم کا علم نہیں۔ دوسرا شخص نشہ میں نہیں ہے لیکن وہ قریب و اسباب نشہ سے بخوبی واقف ہے۔ طیب حالت مرض میں کہ قریب صحت اور اس کے اسباب اور اس کی دوائیں جانتا ہے لیکن صحت سے محروم ہے۔ اسی طرح پر اس بات میں کہ حجہ کو حقیقت زہد اور اس کے شرائط اور اسباب کا علم حاصل ہو اور اس بات میں کہ تیز حال عین زہد بن جائے اور نفس دنیا سے زہول ہو جائے بہت فرق ہے غرض مجھے یقین ہو گیا کہ صوفیہ صاحب حال ہوتے ہیں کہ صاحب خال اور جو کچھ طریق قسیم سے حاصل کرنا ممکن تھا وہ میں نے سب حاصل کر لیا اور سب اس چیز کے جو تعلیم اور تحقیق سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ذوق اور سلوک سے حاصل ہو سکتی ہے اور کچھ سیکھنا باقی نہ رہا۔ علم شرعی و عقلی کی تحقیق میں جن جن علوم میں میں نے بہت حاصل کی تھی اور جن طریقوں کو میں نے اختیار کیا تھا ان سب میں سے وہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اور نبوت اور یوم آخرت پر ایمان یقینی ہو گیا تھا

ایمان کے یہ تینوں اصول مرف کسی دلیل خاص سے میرے دل میں طرح
 رہیں ہوئے تھے۔ بگو ایسے اسباب اور قرائن اور تجربوں سے طرح ہوئے
 اتنے زمین کی تفصیل احاطہ صبر میں نہیں آسکتی۔ بچہ کو یہ ظاہر ہو گیا
 نام عامہ بات ہوئی کہ مجبور بقوی اور نفس کشی کے سادہ انہوی کی امید
 تھے تھے یہ قلع قمع نہیں کی جاسکتی۔ اور اس کے لئے سب سے بڑی
 گناہ خودی بکھٹے ہیں۔ بت ہے۔ اس عاجز غور سے کنارہ کر کے اور جن گھر
 میں ہمیشہ رہتا ہے اس کی طرف بل لگائے دنیاوی علائق کو دل سے
 قلع کرنا۔ اور شام تربت کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا۔ اور یہ بات
 حال نہیں ہوتی جب تک جاہ و مال سے کنارہ اور ہر ایک مشغل اور علاقہ
 سے گریز نہ کیا جائے۔ پھر میں نے اپنے احوال پر نظر کی۔ تو میں نے دیکھا
 کہ میں سراسر کمالات میں ڈوبا ہوا ہوں اور انہوں نے مجھ کو ہر طرف سے
 گھیر لیا ہے۔ میں نے اپنے احوال پر نظر کی۔ جن میں سب سے اچھا عمل
 تعلیم و تدبیر تھا۔ لیکن اس میں بھی میں نے دیکھا۔ کہ میں ایسے علوم
 کی طرف متوجہ ہوں جو کچھ وقت نہیں دیکھتے اور ملتے آخرت میں کچھ
 نفع نہیں دے سکتے۔ پھر میں نے اپنی نیت تدبیر پر غور کی تو مجھ کو
 معلوم ہوا کہ میری نیت خالصاً رتہ نہیں ہے۔ بگو اس کا سبب و باعث
 طلب جاہ و شہرت و ناموسی ہے۔ مجھے تین ہوا کہ میں غمناک گردنے والے
 کنارہ پر کھڑا ہوں اور اگر میں تلافی احوال میں مشغول نہ ہوں تو ضرور کنارہ
 دوزخ پر آگاہ ہوں۔ غرض مدت میں اس بات میں غور کیا کرتا تھا۔

یہاں تک کہ مجھ کو یادہ تر حقام کرنا ناگوار معلوم ہونے لگا۔ میرا یہ
 بندہ سے نکلتے حال تھا کہ ایک روز تو بغداد سے نکلتے اور بن احوال سے
 کا عدم مشہور کنارہ کرنے کا عدم مصمم کرتا تھا اور دوسرے روز اس
 کو فتح کر ڈالتا تھا۔ بغداد سے نکلتے کے لئے ایک قدم آگے بڑھتا تھا
 تو دوسرا قدم پیچھے ہٹتا تھا۔ کسی صبح کو ایسی بھانہ رخت۔ غلب آخرت
 کی طرف نہیں مہتری تھی۔ کہ پھر ملت کو لشکر خواہشات حاکم کر کے اس کو
 بدل دیتا ہو۔ اور یہ حال ہو گیا تھا کہ دنیا کی خواہشیں تو بڑھیں نہ لگے
 کہیں تین تین کے ٹھیلہ ٹھیلہ۔ اور ایمان کا مادہ میچھتا تھا کہ "جلد
 چلے" مگر تھوڑی سی باقی رہ گئی ہے اور سچہ کو سفر ملاز دہ پیش ہے
 اور جو کچھ تو اب علم اور عمل کر رہا ہے۔ وہ محض دکھاوے کا اور خیالی
 ہے۔ پس اگر تو اب بھی آخرت کی تیاری نہ کرے گا تو پھر کس دن لگے
 اور اگر تو اس وقت قلع قلق نہ کرے گا تو پھر کس وقت کرے گا؟ یہ
 بات مسن کر شوق بھڑک اٹھتا تھا۔ عدم مصمم ہوتا تھا کہ سب کچھ چھوڑ
 چھاؤ کہ بھاگ جاؤں اور کہیں نکل جاؤں۔ پھر شیطان اڑے آجاتا تھا
 اور کہتا تھا کہ یہ حالت عافیتی ہے۔ خبردار اگر تو نے اس کا کیا کیا یہ
 حالت سبھی الزوال ہے۔ اگر تو نے اسپریتین کر لیا اور اتنی بڑی جاہ
 و شان دنیا کو جو ہر طرح کے تکلف و تنقش سے پاک ہے۔ اور اس
 حکومت کو جو ہر قسم کے جھگڑوں بھگڑوں سے صاف ہے چھوڑ بیٹھا
 اور شدید پھر تیرا دل کہی اس حالت کی طرف عود کرنے کا شائق ہو

تو بھی کہ اس حالت پر پہنچنا میر نہیں ہونے کا۔ پس ماہ حبیب
 چشتیہ بھری کے شروع سے قریب چھ ماہ تک شہوات دنیا اور شوق
 آخرت کی کشمکش میں جزو رہا۔ اور ماہ مال میں میری حالت اشتیاق
 قائم ہوئی کہ زبان بند ہو گئی۔ سے نکل کر بے امتیازی کے وہ جب تک پہنچ گئی
 وہ نہ سنت۔ بار نہ گئے کہ ناگاہی سے بسترِ تعالیٰ نے میری زبان بند کر دی۔
 پہنچا کہ میں اندر سے کہے کام کا بھی نہ رہا۔ میں اپنے دل میں یہ چاہا
 کرتا تھا کہ ایک روز صرف توہوں کے دل غرض کرنے کے لئے منں ہوں
 لیکن میری زبان سے ایک کلمہ نہیں نکلا تھا۔ اور بولنے کی مجھ میں ذرا
 بھی قوت نہیں تھی۔ زبان میں اس طرح کی بندش ہو جانے سے دل میں
 ایسا بچ و اندوہ پیدا ہوا کہ اس کے سبب سے قوت اندر بھی جاتی
 جی اور کھانا پینا سب چھوٹ گیا۔ کوئی پینے کی چیز حلق سے نہیں
 اُترتی تھی اور ایک لقمہ تک ہضم نہیں ہو سکتا تھا۔ آخر اس حالت
 سے تمام قوا میں ضعف طاری ہوا اور یہاں تک فوجی پہنچی کہ تمام
 اطباء علاج سے باہوس ہو گئے۔ اور کہا کہ کوئی حادثہ دل پر ہوا ہے اور
 قلب سے علاج میں مریت کر لیا ہے۔ اور اس کا علاج بجز اس کے
 اور کچھ نہیں کہ دل کو نرم و اندوہ سے راحت دیکھائے۔ جب میں نے
 دیکھا کہ میں عاجز اور باطل نے بس ہو گیا ہوں۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ
 کی طرف اس لاجور آدمی کی طرح جس کو کوئی چارہ نظر نہ آتا ہو اچھا
 کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو ہر ایک لاجور دھما کرتے والے کی فریاد کو سنا

ہے میری فریاد بھی سنی۔ اور اس نے جاہ و مال اور بیوی اور سب کو اور
 دوستوں سے دل ہٹانا آسان کر دیا۔ میں اپنے دل میں سفر شام کا
 عزم رکھتا تھا۔ لیکن بائیں غوت کہ مبادا کہیں خلیفہ اور تمام دوست
 نام نہان کا سر نہ کر کے اس بات سے واقف نہ ہو جائیں کہ میرا ارادہ پنا
 جانے سے بند ہے نکھانے میں قیام کرنے کا ہے۔ میں نے لوگوں میں کہہ
 کی طرف جانے کا ارادہ ظہور کیا۔ یہ ارادہ کر کے کہ میں بغداد میں کہیں
 واپس نہ آؤں گا۔ وہاں سے بطریق لیل نکلا اور تمام آمد اہل عراق
 کا ہدف تیر حالت بنا کیونکہ اُن میں ایک بھی ایسا نہیں تھا جو اس بات
 کو ممکن سمجھتا۔ کہ جس منصب پر اُس وقت میں ممتاز تھا اُس کے چھوڑ
 کا کوئی سبب دینی ہے۔ بلکہ وہ یہ جانتے تھے کہ سب سے اعلیٰ
 منصب دین یہی ہے کہ اُن کا مبلغ علم اسی قدر تھا۔ چنانچہ لوگ طرح
 طرح کے نتیجہ نکالتے تھے۔ جو لوگ عراق سے فاصلہ پر رہتے تھے
 اُنہوں نے یہ گمان کیا کہ میرا جانا باعث خوف حکام ہوا ہے۔ لیکن
 جو لوگ خود حکام کے پاس رہتے تھے اُنہوں نے اپنی آنکھ سے دیکھا
 تھا کہ وہ حکام کس قدر اصرار کے ساتھ میرے ہمراہ تعلق رکھتے تھے
 اور میں اُن سے ناخوش تھا اور اُن سے کتاہ کش رہتا تھا۔ اور
 اُن لوگوں کی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ یہ سوچ کر لوگ تیر
 یہ کہتے تھے کہ یہ ایک امر سادی ہے اور اس کا سبب سوائے اسکے
 نہیں کہ اہل اسلام و خصوصاً زمرہ حاکم غلط ہو گئی ہے۔ غرض میں بغداد

سے نصرت ہوا۔ اور جو کچھ میرے پاس مال و متاع تھا وہ سب تقسیم کر کے نہیں لئے اپنے گدازہ اور بچوں کی غمراہی سے زیادہ کہی مع نہیں کر کے تھا۔ حالانکہ مال عراق بہ سبب اس کے کہ سرملوں کے لئے وقت نہ تھے خرید و بیعت و تجارت نہ تھی۔ اور میری رائے میں دنیا میں بہن چیزوں کو عالم اپنے بھون کے واسطے لے سکتا ہے۔ ان چیزوں میں اہل بیت کے پندرہ افراد کوئی شے نہ تھی۔ پھر میں مکہ شام بیت المقدس واصل ہوا۔ اور وہاں قریب دو سال کے قیام کیا۔ اور بجز عورت و غلام و ریاضت اور مجاہدہ کے مجھ کو اور کوئی مشغل نہ تھا۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے علم صوفیہ سے معلوم کیا تھا ذکر الہی کے لئے تزکیہ نفس و ایم صاب کا تہذیب الاخلاق و تصفیہ قلب میں مشغول رہتا تھا۔ پس قیام یمن میں میں ملت تک مسجد و شوق میں مشغول رہا۔ چنانچہ مسجد پر چڑھ جاتا اور تمام دن وہیں رہتا۔ اور اُس کا دوازہ بند کر لیتا تھا۔ وہاں سے میں بیت المقدس میں آیا۔ ہر روز مکان صوفیوں میں داخل ہوتا اور اُس کا دوازہ بند کر لیا کرتا تھا۔ پھر مجھ کو حج کا شوق پیدا ہوا۔ اور زیارت خلیل علیہ السلام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بکات مکہ و مدینہ سے استدار کرنا شروع ہوا۔ دل میں اٹھا۔ چنانچہ میں حجاز کی طرف روانہ ہوا۔ بعد از چار روز دل کی کشش اور بچوں کی ممت لے وطن کی طرف کھینچ بلایا۔ سو میں وطن کو واپس آیا۔ گو مجھ کو وطن آنے کا نادمی

امام صاب جس وطن کو گئے
ہر گوشہ یقین ہستی پر

خیال نہ تھا۔ وہاں بھی میں نے گوشہ تنہائی اختیار کیا۔ تاکہ خلوت اور ذکر خدا کے لئے تصفیہ قلب کی طرف رغبت ہو۔ پھر عداوت نفاذ اور کاروبار عیال اور ضرورت معاش میرے مقصد میں مصل ڈالتی تھی۔ لہذا صفائی خلوت کمرہ ہویا تھی۔ اور عین اوقات شغور میں دوسری نصیبت ہوتی تھی۔ لیکن باوجود اس کے میں اپنی امید قلع نہیں کرتا تھا اگر حوائج مجھ کو اپنے متعدد سے دور پھینک دیتے تھے۔ مگر میں پھر پناہ کام کرتے۔ امام صاب کو خدمت ملتا تھا۔ غرض کہ قریب دس سال تک یہی حال رہا۔ میں کاشتات ہوتے اور اس شان خلوت میں مجھ پر ایسے امور کا کشف ہوا۔ جن کو احاطہ حد و حساب میں آنا ناممکن ہے۔ چنانچہ ہم اُس میں سے کچھ نبض قائمہ ناظرین بیان کرتے ہیں۔ مجھ کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا۔ کہ صرف علماء صوفیہ ساکنان راہ خدا ہیں۔ اور اُن کی سیرت سب سیرتوں سے عموماً اور ان کا طریق سب طریقوں سے سیدھا اور اُن کے اخلاق سب اخلاقوں سے پاکیزہ تر ہیں۔ بلکہ اگر تمام عقائد کی عقل اور تمام کلام کی حکمت اور اُن علماء کا جو اسرار شریع سے واقف ہیں علم لیس کیا جائے۔ تاکہ یہ لوگ علماء صوفیہ کی سیرت اور اخلاق ندامتی بدل سکیں اور بدل کر ایسا کر سکیں۔ کہ حالت مجبورہ سے ہنر ہو جائیں تو وہ ہرگز نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ اُن کی تمام حرکات و سکنات ظاہر و باطن نور شمع نبوت سے بلند ہیں۔ اور سوائے نور نبوت کے دوسرے زمین پر اور کوئی ایسا نور نہیں جس کی روشنی غلب کرے

قابل جو اس طریق کے ساتھ جو کچھ بیان کرتے ہیں۔ مثلاً اُس کے
 ملک کی حقیقت ایک اور حکایت ہے اور اُن کی سب سے اول شرط یہ
 ہے کہ ملک کو مناسب حد سے ملے اور ہر پاک کیا جائے۔ اور اُن کی
 حکمت و حکمت سے وہی نسبت رکھتی ہے جو ہمیں تحریر نماز سے رکھتی
 ہے۔ یہ ہے کہ ملک کو ملے اور ہر ملک میں مستوف کیا جائے اور اُن
 اس طریق کا یہ ہے کہ ملے اور ہر ملک میں مستوف کیا جائے اور اُن
 آؤ ملک کا اعتبار اُن حکمت کے سے جو اُن اختیار کی دلی میں آئے ہیں
 مدد کتاب ایسے امور میں وہ ابتدائی حکمت ہے۔ سو مدد حقیقت ظاہر
 ہوتا اس طریق کا پہلا مدد ہے اور اس سے پہلے کی حالت ساتھ کے
 لئے بنیاد دہیز ہے اور اول مدد طریق سے ہی حکمت و حکمت
 شروع ہو جاتے ہیں جس کے یہ رنگ ملک بدلی میں ملانے اور ادواج انبیاء
 سے یہ ہوتی ہیں اور مدد حکمت ہیں ہر ملک ساتھ ہر گھنٹے ہیں جو کہ
 حکمت کے کہ حکمت اس پر ہوتی ہے کہ وہ اول مدد ہوتی ان ہر گھنٹے پر
 نہیں۔ بلکہ خود اپنے تبارک و تعالیٰ اور گراہ عقول پر ہوتا ہے۔ مثلاً
 رَبِّكَ يَرْفَعُ ذِكْرَكَ يَرْفَعُ ذِكْرَكَ يَرْفَعُ ذِكْرَكَ يَرْفَعُ ذِكْرَكَ
 ہرگز ہر ملک کی حقیقت کی بنا پر قد پایا ہے اس لئے ملے ملے کے
 کہ وہ ان حکمت تھی کہ جن کا نام صاحب نے ذکر فرمایا ہے اُنہی کی حکمت
 و حکمت کے ہر ملک نام صاحب خود تحریر کیا اور ان امور کی حکمت
 کہ خود ہے نہ ماہر کی طرح ہر ملک دینا (درجہ)

کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اُن کی آوازیں سنتے ہیں اور اُن سے نوادہ
 ملے کرتے ہیں۔ پر اُن کی حالت مشاہدہ اور و اشکال سے گندہ کرے
 دعوت پر ہرگز جاتی ہے جن کے بیان کرنے کی گویائی کو حکمت نہیں
 ہے۔ اور ملے نہیں کر کوئی تعبیر کرتے اور اُن دعوت کی تعبیر کرے۔ اور
 اُن کے الفاظ میں ایسی حکمتیں ہیں جو ہیں۔ ہے اور ہر ملک میں نہیں
 اس قدر قرب ملک ہوتی ہے کہ ملے اور ہر ملک میں نہیں
 ہونے لگتا ہے۔ حالانکہ یہ سب باتیں غلط ہیں اور ہر ملک میں نہیں
 میں بن حکمت کی غلطی کی وجہ بیان کی ہے۔ لیکن جس کو اس حالت کا
 شبہ ہو جائے تو اُن کے لئے ہرگز اس شعر کے اور کہ یہاں کے لئے ہر گھنٹے
 نہیں۔ شعر کہن تا کائنات رستا کشت اذکر و فطن خیراً ولا نسل عن خبر
 غرض کہ جس شخص کو ہر ملک ذوق کچھ ملے اور اُن کو حقیقت ہر ملک
 حقیقت ہر ملک سے ہر ملک کے اور کچھ معلوم نہیں ہے۔ اور حقیقت
 سے معلوم ہر ملک ہے میں کہات اولیاء انبیاء کے لئے بنیاد اور ابتدائی ہر
 چنانچہ آغاز حال رسول خدا صلعم کا یہی اسی طرح ہوا۔ آپ جبل حرا کھڑے
 جائے اور اپنے ملک کے ساتھ حکمت اور اُن کی حکمت کرتے تھے۔
 یہاں تک کہ اہل عرب کہنے لگے کہ محمد اپنے خدا پر باقی ہو گیا ہے۔
 اس حالت کو ساکنان طریقت ہر ملک کے معلوم کرتے ہیں۔ لیکن
 جس شخص کو یہ ذوق نصیب نہ ہو اُن کو جانے کہ اگر اس کو حکمت
 طریقت کے ساتھ زیادہ تر حکمت کا اتفاق ہو تو ہر ملک ہر ملک

اس قسم کا یقین حاصل کرنے کے تو ان احوال سے ایسی حالت یقینی طور پر
 سمجھ میں آجاتی ہے جو کوئی ان لوگوں کے ساتھ ہمیشہی اختیار کرتا ہے جو
 یہ ایمان نصیب ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ انکا ہمیشہ نصیب
 نہیں رہتا۔ لیکن جن لوگوں کو انکی صحبت نصیب نہ ہو تو انکو یہ چاہئے کہ
 ان پر یقین روشن کر جو ہم نے کتاب احیاء علوم دین کے باب عجایب القلوب
 میں بیان کئے ہیں جو مکرر پیشی طور سے اس امر کا اسکان سمجھ لے +
 ہدیہ ربی کے تحت لکھا علم سکھاتا ہے اور میں اس حالت کا
 حامل ہونا اذی ہے۔ سن کر اور حیرت کر دینے والی ہے اور میں اس حالت کا
 ہے۔ پس یہ بین مدہ ہیں۔ **يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا**
الْحِكْمَةَ۔ ان کو چھوڑ کر اور جاہل لوگ ہیں جو ان کی اہلیت سے انکا
 کرتے ہیں اور اس کلام سے تعجب کرتے ہیں اور اس کو سکر مغرور
 کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تعجب کی بات ہے کہ یہ لوگ کس طرح ایسے
 راہ پر ہیں اور ان کی صحبت خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **وَمَنْ يُشَاقِقْ**
رَبَّهُ حَتَّى يَأْتِيَ الْبَرْزَخَ فَإِنَّا أَتَيْنَاهُ وَقَدْ عَلِمْنَاهُ مَا قَالَتْ
أُولَئِكَ الَّذِينَ كَتَبَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَاتَّبِعُوا أَهْوَاءَ هُمْ فَاصْبِرْ
وَأَنفِرْ أَتَابَعَهُمْ۔ قرین صوفیہ پر چلتے سے مجھ پر جن امور کا یقینی
 طور پر انکشاف ہوا اور حقیقتِ نہرت اور اس کی خاصیت ہے۔
 اور چونکہ اس ناز میں اس کی صحبت ضرورت ہے لہذا اس کی صحبت
 سے آگاہ کر ضرور ہے +

حقیقت نبوت اور خلقت کو اس کی ضرورت

جاننا چاہئے کہ جبر و تمنا یا اقتدار اہل فطرت کے خالی اور سادہ چیلنا
 حقیقتِ نہرت کیا گیا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کے عالموں کی کچھ خبر نصیب
 اور عالم بہت میں جن کی تعداد سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو معلوم
 نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **وَمَا يَكْنُوعُ مِنْكُمْ إِلَّا قَلِيلٌ**
 کو عالم کی خبر پروردگار کا حامل ہوتی ہے۔ اور انسان کا ہر ایک ارادہ
 اس عرض سے پیدا کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے انسان کسی خاص عالم
 موجودات کا علم حاصل کرے اور عالموں سے ملاقاتیں موجودات ہے +
 اب بعد سے اول انسان میں جس لاس پیدا ہوتی ہے۔ جس کے نتیجے
 سے وہ بہت سے اجناس موجودات کا ادراک کرنے لگتا ہے۔ مثلاً حریت
 برودت۔ رطوبت۔ بہوت۔ لہیت۔ خشونت وغیرہ کا۔ مگر یہ قوت تک
 رنگ اور آوازوں کے ادراک سے بالکل قاصر ہے۔ بلکہ رنگ اور آواز میں
 قوت لاس کے حق میں بمنزل معلوم کے ہیں۔ اس کے بعد انسان کی
 قوت بصر پیدا ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے رنگ اور اشکالوں کا ادراک
 کرتا ہے۔ یہ اجناس عالم مشکلات میں سب سے زیادہ وسیع ہیں پھر
 انسان میں قوت سہو رکھی گئی۔ جس کے ذریعہ سے آوازیں اور نغمات
 سناتا ہے۔ پھر انسان میں قوت ذوق پیدا ہوتی ہے +
 اسی طرح ہر جب وہ عالم مشکلات سے تجاوز کرتا ہے تو

سات سال کی عمر کے قریب قوت تمیز پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ حالت اس کے اظہار وجود میں سے ایک اذہ طور ہے۔ اس حالت میں وہ ایسے امور کا ادراک کرتا ہے جو خارج از عالم مسکوت ہیں اور ان میں سے کوئی امر عالم مسکوت میں نہیں پایا جاتا۔ پھر ترقی کر کے ایک اذہ حالت پر پہنچتا ہے جس میں اس کے لئے عقل پیدا کی جاتی ہے پھر وہ واجب اور جائز اور ناکہن و دیگر امور کا جو اس کی پہلی حالتوں میں نہیں پائے جاتے تھے ادراک کرنے لگتا ہے +

بعد عقل کے ایک اذہ حالت ہے جس میں اس کی دوسری آنکھ کھلتی ہے۔ جس کے ذریعہ سے وہ غائب چیزوں کو اور ان چیزوں کو جو زمانہ استقبال میں واقع ہیں آنکھالی ہیں۔ ادنیٰ ذریعہ سے امور کو دیکھنے لگتا ہے جس سے عقل ایسی معزول ہے جس طرح قوت تمیز ادراک معنویات سے اور قوت جن درکات تمیز سے بیکار ہے۔ اور جس طرح پر اگر قوت میزہ پر درکات عقل پیش کیا ہیں تو عقل فرد ان کا انکار کرے گی۔ اور ان کو بیدار قیاس سمجھے گی۔ اسی طرح پر بعض عقلائے درکات بہت سے انکار کیا ہے اور ان کو مدیہ سمجھا ہے۔ سو یہ عین جہالت ہے کیونکہ ان کے انکار و استہدای کی بجز اس کے اذہ کوئی سند نہیں ہے۔ کہ یہ ایسی حالت ہے جس پر وہ کہیں نہیں پہنچے۔ اور چونکہ ان کے حق میں یہ حالت کبھی موجود نہیں ہوتی اس لئے وہ شخص گمان کرتا ہے کہ یہ حالت فی نفسہ موجود نہیں ہے۔ اگر اندھے کو بذریعہ قاتر اور برتا

کے رنگوں اور شکلوں کا علم نہ ہوتا اور اس کے دہرہ اول ہی مرتبہ ان امور کا ذکر کیا جاتا تو وہ ان کو ہرگز نہ سمجھتا اور ان کا آوار نہ کرتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی خلقت کے لئے یہ بات قریب انعم کر دی ہے کہ ان کو غیب نامیت خاصیت نبوت کا ایک نمونہ عطا فرمایا ہے۔ جو خواب ہے۔ بہت کا اندہ ہے کیونکہ سنیر لا آئندہ ہونے والی بات کو یا تو مرصفاً معلوم کرتا ہے یا بصورت تمثیل جس کا انکشاف بعد اندس بذریعہ تعبیر کے چلتا ہے۔ اس بات کا اگر انسان کو خود تجربہ نہ ہوا ہوتا اور اس کو یہ کما جاتا کہ بعض انسان مردہ کی مانند بے ہوش ہوجاتے ہیں اور اس کی قوت حق و اشتوائی و بینائی نابیل ہوجاتی ہے۔ پھر وہ غیب کا ادراک کرنے لگتے ہیں تو انسان فرد اس بات کا انکار کرتا اور اس کے محال ہونے پر دلیل قائم کرتا ہے اور یہ کہتا کہ قویٰ جتنی ہی اسباب ادراک ہیں نہیں جس شخص کو خود ان اسباب کی موجودگی و احضار کی حالت میں یہی اشیاء کا ادراک نہیں ہو سکتا تو یہ بات زیادہ مناسب اور زیادہ صحیح ہے۔ کہ ان قویٰ کے معطل ہونے کی حالت میں تو ہرگز ہی ادراک نہ ہو۔ مگر یہ ایک قسم کا قیاس ہے جس کی تردید وجود اور مشاہدہ سے ہوتی ہے۔ جس طرح عقل ایک حالت منجملہ حالت انسانی ہے جس میں ایسی نظر حاصل ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ سے انواع معنویات نظر آتے لگتے ہیں۔ جن کی ادراک سے محاسن باطل بیکار ہیں۔ اسی طرح نبوت سے طوطا ایک ایسی حالت ہے جس سے ایسی نظر لڑائی حاصل ہوجاتی ہے کہ

اُس کے تدریس سے اور قریب اور وہ امور جن کو عقل ادراک نہیں کر سکتی ظاہر ہوئے گئے ہیں ۔

نبوت میں شک یا تو اُس کے امکان کی بابت پیدا ہوتا ہے ۔ یا ممکن ہے کہ اُس کے وجود وقوع کی نسبت یا اس کی نسبت کو نبوت ثابت نہ ہو ۔ کسی شخص خاص نحو حامل ہے یا نہیں ۔ اُس کے امکان کی دلیل یہ ہے کہ وہ موجود ہے ۔ اور اُس کے وجود کی دلیل یہ ہے کہ وہ عالم میں ایسے معارف موجود ہیں جن کا عقل کے ذریعہ سے حاصل ہونا ناممکن ہے ۔ مثلاً علم غیب و علم نجوم ۔ جو شخص ان علوم پر بحث کرتا نبوت کا ثبوت اس عام اصول سے ۔ وہ بالضرور یہ جانتا ہے کہ یہ علم الہام الہی ہے کہ امام ایک رک ہے ۔ اور توفیق سبحانہ اللہ کے سوا معلوم نہیں ہو سکتے ہیں کہ عقل کل علم سے ہے ۔ اور تجربہ سے ان علوم کے حاصل کرنے کا کوئی

طریق نظر نہیں آتا ۔ بعض احکام علم غیب لیے ہیں جن کا وقوع ہزار برس میں صرف ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے ۔ سو ایسے احکام تجربہ سے کیونکر حاصل ہو سکتے ہیں ؟ اسی طرح پر خواص امور کا حال ہے ۔ اس دلیل سے ظاہر ہے کہ جن امور کا ادراک عقل سے نہیں ہو سکتا اُن کے ادراک کا ایک اور طریق موجود ہونا ممکن ہے ۔ اور انہی کے یہی معنی ہیں ۔ کیونکہ نبوت سے قطع ایسا ہی طریق ادراک مراد ہے ۔ بلکہ اس قسم کا ادراک جو حرکات سے لے کر امور غیبیہ و حقیقت نبوت کے باب میں ہرچہ لکھا ہے وہ اُن صحیح روایات پر مبنی ہے جو متفق روایات نفس ہائے عالم سے دریافت ہوئی ہیں ۔ اگرچہ دنیا سے

عقل سے خارج ہے ایک خاصیت مثلاً خواص نبوت ہے اور اس کے علم کی بر شیع میں بے انتہا ترقی کر لی ہے ۔ لیکن یہ ترقی سموات میں محدود ہے ۔ نفس انہی کے متعلق ہرچہ اُن بے شمار مشکلات کے جو اُس کے تحقیق کے واسطے ہیں مایل ہیں ۔ اس وجہ سے کہ دنیا کا مام سلطان اُن علوم کی جانب سے جو اس زندگی میں کارآمد ہیں بہت کم تحقیقات کرتی ہے ۔ اور جن لوگوں نے کچھ تحقیقات کی ہے جن کی باتوں اور اُن نتائج میں جن پر وہ اپنے اپنے خاص طریق سے پہنچے ہیں اس قدر اختلافات ہیں کہ اُن سے اطمینان حاصل ہر مشکل ہے ۔ اور یہ کہتا پڑتا ہے کہ اہل الغیبات میں ہرچہ حکم متفقین کچھ گئے ہیں جن سے زیادہ ترقی نہیں ہوئی ۔

نفس انسانی کے بہت سے حالات اور واقعات ایسے ہیں جن کا وجود ہر زمانہ میں تسلیم کیا گیا ہے مگر عقل کے علل و اسباب دیانت نہیں ہوتے ۔ نبوت بھی اس قسم کے حالات میں جن کو ہم محضاً عجائبات قلبی سے تعبیر کرتے ہیں شامل ہے ۔ جن لوگوں نے قرآنین قدرت کے غیر متفقہ ہونے کے مسئلہ پر زیادہ غور کیا ہے اور جن تمام واقعات کو جن کا وقوع بغیر غفول مات کہا جاتا ہے تدریس اصلی علل و اسباب دنیا کرنے کے قرآنین قدرت کے تحت میں لایا جاتے ہیں ۔ انھوں نے عجائبات قلبی کی بھی بہت کچھ تحقیق و تحقیق کی ہے ۔ اور اُن کی تحقیقات سے جو نتائج حاصل ہوئے ہیں ان سے اس خیال کی طرف سیلان پایا جاتا ہے کہ حقیقت اُن کیفیات قلبی میں کوئی اور چیز نہیں ہے ۔ اور وہ سب کیفیات قلبی سلسلہ نظم دنیا کا جزو ہیں جو مفسرہ قرآنین سے بیان ہو سکتی ہیں ۔ اُن قسم کی تحقیقاتوں سے جن عقیدوں کے نزدیک جو نبوت کو ایک امر غیبی قرار

سوا نبوت کے اور بہت سے خواص ہیں۔ جو ہم نے بیان کیا ہے وہ بحر دیتے ہیں۔ مسئلہ دہی و امام کی نسبت کئی اشکال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ نبوت کو فطری کہنا ہی اُس کو قرینہ قدرت کے تحت میں آتا ہے +

امام صاحب نے جو کچھ حقیقتِ نبوت کی نسبت متعین کی ہے اُس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فخر الاسلام سید صاحب کی طرح نبوت کو ارغوی سمجھتے تھے۔ یعنی وہ عام علم کی طرح نبوت کو ایک ایسا منصب نہیں سمجھتے کہ جس شخص کو خدا منتخب کر کے چاہے دیے۔ بلکہ اُس کو وہ ایک حالتِ مہر فطری حالتِ قبِ مضافی سمجھتے تھے جو عقل و فکر کے انسانی بنسبت اعضاء کے ہوتے ہوئے آتا ہے۔ جس طرح دیگر احوال انسانی بمقتضائے فطرت اپنے وقت خاص پر پور پور ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح جس شخص میں کلمہ نبوت ہوتا ہے وہ بھی اپنی کمالِ قوت پر پور پور ظاہر ہوتا ہے۔ پھر جس طرح سید صاحب نے اس اصولِ امام کو مہرِ نبوت پر ہی حروف نہیں لکھا بلکہ دیگر کلمات انسانی لکھ اُس کو دستِ دی ہے اسی طرح امام صاحب نے اس کو کلمہ نبوت و علمِ طب سے بھی اُس کا شوق ہونا ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ امام صاحب لکھتے ہیں کہ وہ ۱۱ء کو جو شخص ۱۱ء میں پرکھ کر آیا ہے وہ اجتہاد ہے جانتا ہے کہ یہ علمِ امام آئی اور قرینِ مناجاتِ مہر کے واسطے نہیں سمجھتا کہ امام صاحب اپنے زمانہ کے علم کے بید عالم اور اعظم جہاد کے دس ایسے تھے۔ یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ اس قیل سے اُن کی یہ وارد ہے کہ ان علوم کے ہر سالِ جزئیہ امام مکتبہ برتے ہیں۔ کن نہیں جانتا کہ وہ یہ دعوے تو نہیں نشانِ تجویہ سے دیات کرتا ہے۔ امام صاحب کا شائبہ جو اس کے اندر کچھ نہیں ہو سکتا کہ اگر وہ انسان میں سے بہت خاص شخص کا وہ علم کے اصول کیونکہ ابتداً وہ خود تہذیبِ چارِ باب اُس خاص کو کے ساتھ چلا آتا ہے اُنہیں نہیں چاہیے کہ ان کے

تہذیب کا ایک قطب ہے۔ ہم نے اُس کا ذکر صرف اس سبب سے کیا ہے کہ خود تہذیب سے پاس اُس کا ایک نمونہ موجود ہے۔ یعنی تہذیب وہ کلمات جو حالتِ خواب میں معلوم ہوتے ہیں اور تجھ کو اسی جنس کے معلوم مثلاً طب و نجوم حاصل ہیں +

یہ علوم سمجھنا انبیا ہیں اور ان علوم کو بیدار بنانا عقلِ عامل کرنے کا ہرگز کوئی طریق نہیں ہے۔ ان کے سوا جو دیگر خواص نبوت ہیں اُن کا انداز طریق تصوف پر چلنے سے بیدارِ ذوق کے حامل ہوتا ہے کیونکہ اُس بات کو تو تو اُس نمونہ سے سمجھا ہے جو تجھ کو خدا تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ یعنی حالتِ خواب۔ لیکن اگر یہ حالت موجود نہ ہوتی تو تو اُس کو کبھی سچ نہ جانتا۔ پس اگر نبی میں کوئی ایسی خاصیت ہو۔ جس کا تہذیب سے پاس کوئی نمونہ نہیں اور تو اُس کو ہرگز سمجھ نہیں سکتا تو تو اُس کی تصدیق کس طرح کر سکتا ہے یا کیونکہ تصدیق تو ہمیشہ سمجھنے کے بعد ہوتی ہے۔ یہ نمونہ ابتداءً طریقِ تصوف میں حاصل ہو جاتا ہے اور جس قدر حامل ہوتا ہے اُس سے ایک قسم کا ذوق اور ایک قسم کی تصدیق پیدا ہوتی ہے جو صرف اُس کا قیاس کرنے سے پیدا نہیں ہو سکتی۔ پس یہ ایک خاصیت ہی اصلِ نبوت پر ایمان لانے کے لئے تجھ کو کافی ہے +

بسی خاص شخص کا حاجی ہونا غیر
شک واقع ہو کہ آیا وہ نبی ہے یا نہیں تو
شاہد یا تو ثابت ہو سکتا ہے

اس بات کا یقین حاصل ہونے کے لئے سوائے اس کے اندر کیا
سبیل ہو سکتی ہے کہ بذریعہ مشاہدہ یا بذریعہ قنار و روایت اس شخص
کے حالات دریافت کئے جائیں۔ کیونکہ جب تو علم طلب اور علم فقہ کی
انصاف حاصل کرنا قرب تو فقہاء و اہلدار کے حالات مشاہدہ کر کر اور
ان کے احوال سن کر ان کی معرفت حاصل کر سکتا ہے۔ گو تو نے ان کا
مشاہدہ نہیں کیا ہے اور تو اس بات سے بھی عاجز نہیں ہے کہ شافی
کے مقیدہ ہونے اور جائیز کے طیب ہونے کی معرفت مقیدی ذکر معرفت
تقلیدی اس طرح حاصل کرے کہ کچھ علم فقہ و دین سکے۔ اور ان کی کتاب
اور تصانیف کو مطالعہ کرے۔ پس تم کو ان کے حالات کا علم یقینی
حاصل ہو جائیگا۔ اس طرح پر جب تو نے سننے نبوت سمجھ لئے تو سمجھو چاہئے
کہ قرآن مجید اور احادیث میں اکثر غمہ کر کے کہ سمجھ کر آنحضرت مسلم
کی نسبت یہ علم یقینی حاصل ہو جائیگا۔ کہ آپ اعلیٰ درجہ نبوت رکھتے تھے
اور اس کی تائید ان امور کے مجزے سے کرنی چاہئے جو آپ نے درج
عبادات بیان فرمائے۔ و نیز دیکھنا چاہئے کہ تصنیف قلوب میں اہل پیغمبر
کس درجہ تک ہے۔ آپ نے کیسا صحیح فرمایا کہ میں شخص نے اپنے علم
پر عمل کیا اللہ تعالیٰ اس کو اس چیز کا علم بخشا ہے۔ جس چیز کا
علم اس کو حاصل نہیں تھا۔ اور کیسا صحیح فرمایا کہ میں شخص نے ظالم کی
مدد کی تو اللہ تعالیٰ اس پر اس ظالم کو ہی مسلط کرتا ہے۔ اور کیسا صحیح
فرمایا کہ جو شخص صبح کو اس حال میں بیدار ہو کہ انکو صرف ایک خلائے واحد

کی تو لگی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کے تمام نعموں سے اسکو
محروم کرنا ہے۔ جب تم کو ان امور کا بخار یا دو غبار یا کئی غبار مشاغل
میں تھیں ہو گئی تو تم کو ایسا علم یقینی حاصل ہو جائیگا کہ اس میں خدا
میں ہر بات نہایت ہی شک نہیں ہوگا۔ پس نہایت پر یقین کرنا کہ یہ
کے لئے کوئی نہیں ہے۔ طریق ہے۔ نہ کہ اعلیٰ کا سا بن گیا اور پانچ
کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ کیونکہ جب تو معرفت اس بات کو دیکھے گا۔ اور
لے تو اس علم سیدہ صاحب کا بھی یہی مفید ہے۔ جس پر اس ناز کے سنا
ہوتے ہیں۔ پانچ سید صاحب تصدیق قرآن مجید میں قوت ہے۔ اکثر لوگ کا
نیال ہے کہ بنیاد پر ایمان ہے بسبب غمہ بہرہ ایمان کے ہوتا ہے۔ مگر نیال
مفسر غلط ہے۔ دنیا علیہ السلام پر ایسی فاسی جال پر ایمان فاسی فاسی غلط
میں داخل اللہ قانون قدرت کے تحت ہے۔ میں انسان اور نسلے نسلے کے ایسے
علم لغوی پیدا ہوتے ہیں۔ کہ سیدی اللہ کا بات ان کے دل میں بیٹھ جاتی ہے اور
وہ اس پر یقین کرتے کیے لئے دلیل کے متعلق نہیں ہوتے۔ بارہویک وہ اس سے
دانش نہیں ہوتے مگر ان کا دہان مجھے اس کے کج ہونے پر گھڑی دیتا ہے۔
ان کے دل میں ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جو اس بات کے سچ ہونے پر ان کو
یقین دلاتی ہے۔ یہی رنگ ہیں جو انبیا و صاحبین پر صرف ان کا وعظ و نصیحت
سمجھ کر ایمان لاتے ہیں۔ سمجھوں اللہ راستوں پر۔ اسی نفرت انسان کا ہم
شائع نے حیات رکھا ہے۔ مگر جو لوگ سمجھوں کے ٹیکہ ہوتے ہیں وہ بھی ایمان
نہیں لے اور نہ سمجھوں کے دھکے سے کوئی ایمان لاسکتا ہے۔ خود خدا

یہ شمارِ قزین کو جو احاطہِ حصر میں نہیں آسکتے اُس کے ساتھ نہ ملائیگا
 تر شاہِ قحجہ کو یہ خیال ہوگا کہ یہ جادو تھا یا صرف شہل کا نتیجہ تھا اور
 یہ اور امت کی طرف سے باعثِ گراہی ہیں۔ (وہ جس کو چاہتا ہے گراہ
 کرتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے راہ دکھاتا ہے) اور تجھ کو مثلاً معجزات
 میں مشکل پیش آئیگی۔ اگر تیرے ایمان کی بنیاد وہ بابِ حالاتِ معجزہ کلام
 تربیب ہوگا۔ تر تیرا ایمان بصورتِ اشکال و شبہ کلامِ رب سے اور لیا وہ
 پیغمبر ہوا یا نہ۔ پس چاہئے کہ ایسے غوارِ ایک جزوِ معجزہ اُن دلائل و
 دلائل کے ہوں جو محکم معلوم ہیں۔ تاکہ تجھ کو ایسا علم یقینی حال ہو جائے
 جس کی سند میں کوئی عینِ شے بیان نہ ہو سکے جیسا کہ وہ امور ہیں جنکی
 خبر ایک جماعت نے ایسے قوت سے دی ہے کہ یہ کہنا ممکن نہیں۔ کہ
 یقین کسی ایک قولِ معین سے حاصل ہوا ہے۔ بلکہ ایسے طور سے حاصل
 ہوا ہے کہ وہ جمہ احوال سے خارج نہیں۔ لیکن معلوم نہیں کہ کس قول
 واحد سے حاصل ہوا ہے۔ پس اس قسم کا ایمان قوی اور علمی ہے۔ رہا
 اپنے حصول ہے دنیا کہ اگر تو زمین میں ایک مرگِ معصوم نہ لگائے یا آسمان
 میں ایک طیرِ غائب نہ لگائے تب بھی وہ ایمان نہیں لگائے کہ۔ اور ایک جگہ فرمایا
 کہ اگر ہم کافہ پر لکھی ہوئی کتب بھی جیسیدیں اور اُس کو وہ اپنے اقوال
 سے بھی چھو لیں تب بھی وہ ایمان نہیں لگائے کہ۔ اور کہیں گے کہ یہ علامت
 حجاد ہے۔ پس ایمان لانا صرف ہدایت (نظر) پر منحصر ہے۔ جیسے کہ خدا نے
 فرمایا۔ اللہ یعصی من یشاء الی صراط مستقیم (ترجمہ)

ذوق۔ وہ ایسا ہے کہ ایک شے آنکھ سے دیکھ لی جائے اور ہاتھ سے
 پکڑ لی جائے۔ سو یہ بات سوائے طریقِ تصور کے اور کہیں پائی نہیں
 جاتی۔

پس اعتقادِ بیانِ حقیقتِ نبوت فی الحال ہماری غرضِ موجودہ کے لئے کافی
 ہے۔ اب ہم اس بات کی وجہ بیان کریں گے کہ خلقتِ کونوں کی
 حاجت ہے۔

سببِ اشاعتِ علمِ بعد از اعراض

جب مجھ کو عورت و خلوت پر ملاحظہ کرتے قریب ہش سال گئے
 ایمان و معاشری تو اس اثنا میں ایسے اسباب سے جن کا میں شمار
 کا حقیقت نہیں کر سکتا مثلاً کبھی بذریعہ ذوق کے اور کبھی بذریعہ
 علم استدلال کے اور کبھی بذریعہ قبولِ ایمانی کے مجھ کو بالضرر یہ معلوم
 ہوا کہ انسان دو چیز سے بنایا گیا ہے۔ یعنی جسم اور قلب سے۔ اور
 قلب سے مراد حقیقتِ لوحِ انسان ہے۔ جو عملِ صورتِ خدا ہے۔ نہ وہ
 لوث و غم جو میں میں ٹوٹے اور چارپائے بھی شریک ہیں اور یہ
 وہ چیز ہے جس کے لئے جسمِ بنزلہ آلا کے ہے۔ جسم کی بہت باعث
 سعادت جسم ہے اور اُس کا مرض باعثِ ہلاکتِ جسم۔ اسی طرح قلب
 کے لئے بھی صحت و سعادت ہوتی ہے۔ کوئی شخص اُس سے سختی
 نہیں پاتا بجز اُس کے جو اللہ کے پاس قلبِ سلیم دیکر حاضر ہو۔

علیٰ بن ابی طالب قلب کے لئے مرض بھی ہوتا ہے اور اس میں ہلاکت
ابدی و اخروی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کے دلوں میں
مرض ہے۔ مگر نہ جانتا نہر ملک ہے۔ اور خواہشات نفسانی کی پیروی
کر کے اللہ کا گناہگار بننا اس کا سخت مرض ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت
انہیں کے لئے تریاق بھی بخش ہے۔ اور خواہشات نفسانی کی مخالفت کر کے
اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اس کی دوا ہے۔ جس طرح مایہ بدن
کا بجز استعمال دوا کے اور کوئی طریق نہیں ہے اسی طرح پر امراض قلبی
کا مایہ بمرض اذکار مرض و حصول صحت بھی بجز استعمال ادویہ کے کسی
اذکار علاج پر نہیں ہو سکتا۔ اور جس طرح حصول صحت میں ادویہ امراض
بہیمان بذریعہ ایسی خاصیت کے مشور ہوئی ہیں جس کو عقلاً اپنی بضاعت
عقل سے سمجھ نہیں سکتے بلکہ اس میں ان کو ان اطباء کی تقلید واجب
ہوتی ہے جنہوں نے اس خاصیت کو انبیاء علیہ السلام سے جو اپنی حیثیت
نبوت کی وجہ سے خواص مہیما پر مطلع تھے حاصل کیا ہے۔ پس اسی طرح
مجھ کو یقیناً یہ ظاہر ہوا کہ ادویہ طبابت بحدود و مقادیر مقررہ و مقدورہ
انبیاء کی وجہ تاثیر بھی عقلاً کے بضاعت عقل سے معلوم نہیں ہو سکتی
بلکہ اس میں انبیاء کی تقلید واجب ہے جنہوں نے ان خواص کو ذریعہ نبوت
سے معلوم کیا ہے۔ بضاعت عقل سے نیز جس طرح پر ادویہ فرع اور
مقدار سے مرکب ہیں کہ ایک دوا دوسری دوا سے وزن و مقدار میں
مضاعف استعمال کی جاتی ہے اور ان کا اختلاف مقادیر خالی از حکمت

انہیں۔ اور یہ حکمت من قبیل خواص ہوتی ہے۔ پس اسی طرح جہادات بھی
جو ادویہ امراض قلب ہیں افعال مختلف النوع و المقدار سے مرکب ہیں مثلاً
بحدہ رکوع سے دو چند ہے۔ اور نماز فجر مقدار میں نماز عصر سے نصف
ہے۔ پس یہ مقادیر خالی از اسرار نہیں۔ اور یہ اسرار من قبیل ان خواص
کے ہیں جن پر بجز ذریعہ نبوت کے اندر کسی طرح اطلاع نہیں ہو سکتی
پس نہایت اہم اور جاہل ہے وہ شخص جس نے بے ارادہ کیا کہ طریق
قتل سے ابن اور کی حکمت کا استنباط کرے۔ یا جنہوں نے یہ سمجھا کہ یہ
امر محض اتفاقیہ طرہ سے مذکور ہوئے ہیں۔ اور اس میں کوئی ایسا سبب
نہیں ہے جو بدلیق خاصیت موجب حکم ہوا ہو۔ نیز جس طرح پر ادویہ میں
لچر اصول برتتے ہیں جو ادویہ مذکور کے مکرر کھاتے ہیں اور کچھ نروید
جو سمات ادویہ ہوتے ہیں جنہیں سے ہر ایک وجہ اپنی تاثیر خواص
کے مجتہد عمل اصول ہوتا ہے۔ اسی طرح فوائد و سنن آثار ارکان
حیات کے لئے باعث تکمیل ہیں۔ غرض کہ انبیاء امراض قلب کے طبیب
ہیں۔ اور قائمہ عقل کا اور اس کے تصرف کا یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے
ہی ہم کو یہ بات معلوم ہو گئی ہے۔ اور وہ نبوت کی تصدیق کرتی ہے اور
پتہ نہیں اس چیز کے ارادگ سے جس کو ذریعہ نبوت سے دیکھ سکتے ہیں
ظاہر ظاہر کرتی ہے۔ اور اس عقل سے ہمارا فائدہ چکر کہ ہم کو اس طرح
عالم نبوت کو دیا ہے جس طرح انہوں کو باہر اور متبیر مضیل کو طبیب
شریعت کے پیشور کیا جاتا ہے۔ پس عقل کی صفائی و پرواز صرف یہاں تک

ہے اور اس سے آگے سزا دل ہے۔ بجز اس کے کہ جو کچھ طیب کھائے
اُس کو سمجھ لے دے وہ امد میں جو ہم نے نماز طوت و عزت میں ایسے
یقینی طور پر معلوم کئے ہیں جو مشاہدہ کے برابر ہیں +

پھر میں نے دیکھا کہ لوگوں کا تصور اعتقاد کچھ تو در باب اہل نبوت
اسباب تصور اعتقاد ہے اور کچھ اُس کی حقیقت سمجھنے میں اور کچھ اُن باتوں
عمل کرنے میں جو نبوت سے نکولی ہیں۔ میں نے متیقن کیا کہ یہ باتیں
لوگوں میں کیوں پسند گئیں۔ تو لوگوں کے تصور اعتقاد و ضعف ایمان کے
چار سبب پائے گئے +

سبب اول۔ اُن لوگوں کی طرف سے جو علم فلسفہ میں غور کرتے ہیں +
سبب دوم۔ اُن لوگوں کی طرف سے جو علم تصوف میں ڈوبے
ہوئے ہیں +

سبب سوم۔ اُن لوگوں کی طرف سے جو دعوے قلم کی طرف متوجہ
ہیں۔ اپنے بزم خود جیسے ہونے نام ہمدی سے علم سیکھنے کا دعویٰ
رکھتے ہیں +

سبب چہارم۔ اُس معاملہ کی طرف سے جو بعض انخاص اہل علم کمال
لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں +

میں مت تک ایک ایک شخص سے جو کتابت شریع میں کتابی کئے
بعض تکلفین کے نام سے ظاہر کیا اور اُس کے شبہ کی نسبت سزا دل۔ اور
اُس کے عقیدہ اور امر سے بحث کیا کرتا تھا۔ اور اُس کو کہتا تھا کہ

و کتابت شریع میں کیوں کرتا ہی کرتا ہے۔ کیونکہ اگر تو آفت پر یقین رکھتا
ہے اور پھر باوجود اس یقین کے آفت کی تباہی نہیں کرتا اور دنیا کے
بے آفت کو بیچتا ہے تو یہ حماقت ہے کیونکہ تو کسی دو کو ایک کے بدلے
نہیں بیچتا پھر کس طرح تو اُس لافضا زندگی کو اس چند روزہ زندگی کے
بدلے بیچتا ہے؟ اور اگر تو وہ آفت پر یقین ہی نہیں رکھتا تو تو کافر
ہے پس تجھ کو کھب ایمان میں اپنا نفس دست کرتا چاہئے۔ اور یہ دیکھنا
پڑے کہ کیا سبب ہے جس سے اُس کمزور فانی کا جس کو تو نے باطن اپنا دنیا
ٹھہرایا ہے اور جس سے ظاہر یہ جوت پیدا ہوئی ہے۔ مگر تو ان امور کی
تفریح نہیں کرتا۔ کیونکہ ظاہر میں ایمان کا تجھ اور ذکر شریع کی عزت
رکھتا ہے پس کوئی تو جواب میں یہ کہتا ہے کہ اگر تعلیمات نہیں پر حماقت
خودی ہوتی تو علما اس حماقت کے نیاہ تر لائق تھے۔ حالانکہ فلاں
عالم کا یہ حال ہے کہ مشہور فاضل ہو کر نماز نہیں پڑھتا۔ اور فلاں
عالم شرب پیتا ہے اور فلاں عالم دقت اور تیریموں کا مال بنیم کرتا
ہے۔ اور فلاں عالم دغیبہ سلطان کھاتا ہے اور حرام سے احتراز نہیں کرتا
اور فلاں عالم شہادت دینے اور حکم شریع عمدہ تمنا کے صادر کرنے کے
معارضہ میں شہوت پیتا ہے اور غلبہ بدالتیاس ایسا ہی آدہ لوگوں کا
حال ہے +

اسی طرح پر ایک دوسرا شخص علم تصوف کا مدعی ہے۔ اور یہ دعویٰ کرتا
وہ اہل حق ہے مگر علما کے یہ امام غفاری جیسے عیس شخص کی تکمیل کرتے تھے +

کہتا ہے کہ میں اپنے مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ مجھے اب عبادت کی حاجت نہیں رہی۔
 دوسرے شخص اہل کلامت کے شہادت کا بھاد کرتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو طریق تصوف میں چلنے لگے مگر راستہ بھول گئے ہیں۔

پھر کچھ شخص جو کہیں اہل قیلم سے جو اہم مہدی سے تعلیم پانے کے مدعی ہیں ملاقات رکھتا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ حق کا عبادت کرنا مشکل ہے اور اس کی طرف راستہ بند ہے اور اس میں اختلاف کثرت سے ہے اور ایک مذہب کو دوسرے مذہب پر کچھ بیچ نہیں ہے اور وہ اہل عقلیہ ایک دوسرے سے تعارض رکھتے ہیں۔ پس اہل آلہ کے خیالات پر کچھ وثوق نہیں ہو سکتا۔ اور مذہب قیلم کی طرف بلانے والا حکم ہے۔ جس میں کوئی حجت نہیں ہو سکتی۔ پس میں بوجہ شک کے یقین کر کس طرح ترک کر سکتا ہوں۔

پانچواں شخص کہتا ہے کہ میں تعلیم نبوی کی محافظت میں سستی کسی کی لئے نہیں لے سکتا۔ گزشتہ قلم نامہ میں بھی دانت نامہ میں مرزا اس کیسے کہے ہوئے ہیں۔ ان کے دل میں نہ خوف خدا ہے نہ پاس وکیل۔ نہ قانون کی شان میں گستاخان کا حضرت مراد کائنات ملے اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبیاں کرنا۔ مذہب بیسی مقدس چیز کو پستیوں میں ڈالنا۔ اپنے واجب اشغیم بزرگوں کے خلف تربت کو پکڑنے نہیں کہ خیال سمجھنا اور باہم کی طرح بے گم آزادی سے دنگی ہر کرنا جسے وہ شیخ کی پیروی سے تعبیر کرتے ہیں پنا شریعت

تقلید سے نہیں کرتا۔ بلکہ میں علم فلسفہ پڑھا ہوا ہوں۔ اور حقیقت تربت کو خوب پہچان چکا ہوں۔ اس کا خلاصہ یہی حکمت و مصلحت ہے۔ اور تربت کے وعدے سے تصدیق ہے۔ کہ عوام الناس کے لئے ضابطہ بنایا جاوے اور ان کو باہم لڑنے بھگڑنے اور شہوت نفس میں پھونکنے سے روکا جاوے اور میں عوام جاہل شخصوں میں سے نہیں ہوں کہ اس تکلیف میں پڑوں۔ پس تو حکام میں سے ہوں اور حکمت پر چلتا ہوں۔

شیراز ہے۔
 ہمارے ملازمین نے مولانا سید احمد خان کے کفر کے فتوے پر غرور میں لائیں۔ مگر کچھ شک نہیں کہ اس سبب کا انتساب ان سے نیک نہیں اور میں سبب اس سے عل میں آیا لیکن سید کو درحقیقت رسوا کیا۔ ان بے مصلحت فاضل مذہب مسلمان نے اولیٰ کالافہام بلوچہ انڈیا جو اپنی بد فہمی سے دنیا پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہم سید کے پیرو ہیں۔ اگر بڑوں کے پچھنے والے حضرت نبینا غریب نے ملے ملے دہم کی متابعت کا دعویٰ کر رکھتے ہیں۔ تو یہ تو وہی سید کا پڑ بھیا جاسکتا ہے۔ مگر یہ شخص بد کوکھ جاسکتے ہیں تو کوکھ جاسکتے ہیں۔ مسٹر بریل کے یا مسٹر ونگ سولڈ ڈارٹ کے۔۔۔ اس سچے فطرت و عاشق دل کے ہر کہتا ہے

خدا درم دے جریان و عشق مٹھنے دارم
 خدا درم دے کاسا و سلامے کو سن دارم
 ز کفر میں چه میزای ز ایمان چه ہے چو میزی
 چوں کہ چوہہ جگر است ایانے کو سن دارم

اور اس میں خوب نظر رکھتا ہوں اور جو حکمت تقلید پیغمبر کا محتاج نہیں ہوں +

ایمان کا آخری درجہ ہے ان لوگوں کا جنہوں نے فلسفہ انہی پرچا ہے اور یہ انہوں نے کتب ابوعلی سینا و بو نصر فارابی سے سیکھا ہے۔ یہ لوگ نہایت اسلام سے بھی بترک ہیں۔ نیز تم نے دیکھا ہوگا کہ بعض ان میں سے قرآن پڑھتے اور جماعتوں اور نمازوں میں حاضر ہوتے اور نہان سے شریعت کی تعظیم ظاہر کرتے ہیں لیکن منہک شراب پیئے اور طبع طبع کے فسق و فجور کو ترک نہیں کرتے۔ اور جب ان کو کوئی یہ کہتا ہے کہ اگر بہت صبح نہیں تو نمازیوں پڑھتے ہو۔ تو کہیں تو یہ جواب دیتے ہیں کہ بدن کی ریاضت اور اہل شہر کی عادت اور مال اور اولاد کی حفاظت ہے اور کہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ بہت صبح ہے اور شریعت حق ہے۔ پھر جو ان سے شراب پیئے کی وجہ پر بھی جاتی ہے تو کہتے ہیں۔ کہ شراب اس واسطے منع ہے کہ وہ ہمیں میں نبض و عداوت پیدا کرتی ہے اور میں اپنی ملک کے سبب ان باتوں سے بچنا چاہتا ہوں اور میں شراب مرث اس وجہ سے پیتا ہوں کہ نظامیت تیز ہو جائے۔ تاکہ کہ ابوعلی سینا نے اپنی وصیت میں لکھا ہے۔ کہ میں اللہ تعالیٰ سے خائفے فلائے کام کرنے کا عہد کرتا ہوں۔ اور شریعت کے اوضاع کی تفہیم کیا کروں گا اور عبادات دینی و دنیوی میں کبھی قصور نہ کروں گا اور نہایت بیہوشی شراب نہیں پیوں گا۔ بلکہ اس کا استعمال صرف بلوغ دماغ و علاج کے کرے گا۔ پس اس کی صفائی ایمان و

الترام عبادت کی حالت کا یہ انیر وجہ ہے کہ وہ شراب نوشی کو بہ نیت شفا سنتے کرتا ہے +

ایسا ہی ان سب جمعیان ایمان کا حال ہے۔ ان لوگوں کے سبب بت لوگ دھوکے میں آگئے ہیں۔ اور ان کے دھوکے کو محضین کے ضعیف اعتراضوں نے اور بھی زیادہ کر دیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اسکند علم ہندوسہ و منطق کی بنیاد پر اعتراض کئے نہیں۔ حالانکہ یہ علوم ان کے نزدیک جیساکہ ہم قبل انہیں بیان کر چکے ہیں۔ یقینی ہیں +

لے بینہ ہی طبع اس ناز کے کفر گریزی خواں تو خواں کا حال ہے۔ وہ اپنے مذہب سے محض کمرے ہیں اور کسی قسم کی تعلیم خبری ان کو نہیں دی گئی۔ اس حالت کا متضاد یہ تھا کہ وہ سادہ مذہب کے باب میں ہیں ان کو کہ حال نہیں تھا بہت اختیار کرتے تھیں ہمارے ملا کے بے دھنگے اعتراضوں نے ان کو اسلام کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا اور وہ مذہب کے ساتھ کثرت فی اور زبان دہانی سے پیش آئے گئے۔ ہمارے ملا نے ان امر محقق سے جو دلائل ہندی اور مشاہدہ بینی سے ثابت ہو چکے ہیں انکار کیا اور اسی انکار کی بنا پر ان خشکیوں پر اعتراض کئے۔ ان اعتراضات کی غلطیوں اور بیوقوفیوں نے جو بالہادت ظاہر نہیں علوم جدیدہ کے پڑھنے والوں کے دل میں عام طور پر یہ یقین پیدا کیا ہے کہ مذہب اسلام کی بنا پر ہی ہوسے دلائل اور جاکہ اقوال پر ہے۔ پس جو مسائل مذہب اسلام کی نسبت عام پر عقلی کچل گئی ہے اور اس کی برعکس بات کو بھی جس میں خفا سا امکان بھی مجدی ضرورت میں ظاہر کئے جانے کا جہا ہے نہایت کریمہ اور قابل فخر صحت میں دیکھے

علم صاحب غلوت حرکت کرتا ہے اور لوگوں کے
مذہب غلوت کی اصلاح کا ارادہ کرتے ہیں۔
دیکھئے کہ ان کا ایمان ان اسباب سے

تجسّس پیش کیا جاتا ہے۔ اور تمام دنیا میں اسلام پر شک ہوتا ہے۔ اس طرح پر اس زمانہ
میں اسلام پر پھری پھر رہا ہے جس کا غلبہ ہے شک ہمارے علماء کی گردن پر ہوگا
مذہب کیا حقیقت ہے انگریزی غلوں کی اور کیا اصول ہے ان کو کلام اتنی پر حرف
گریزی کرنے کو ہے ان کی مثال اس دھوکے کی ہے ہر جہاں میں نکلیا گیا ہے اور ہر
اکی ہوا آئے وہ اوس کو جنگ جانیے۔ صرف آدھ گھنٹہ کا کچھ ان لوگوں کے
خیالات اور عقاید اور اصول کے بدلنے کے لئے کافی ہے۔ ذلک مبلغہ من العلم
مگر ہمارے علماء نے خود اپنے ضعیف اعتراض کی وجہ سے ان کو قوت اور قوت
دی ہے۔ یہ سب کچھ ام رستہ راستاں و دگر بے پروہ سببیں

جب تک ہم میں ایسے علماء موجود نہ ہوں گے جو جانتے ہوں۔ علوم قدیم اور
جدید کے متب تک ان سے اسلام کی خدمت ہونی ناممکن ہے۔ اس لئے میں پرستم
کی خدمت کے لئے سنت سنت شرشہ و قیہ و منور کی غمی ہیں اور ادنیٰ سے اشد مذمت
کے لئے اعلیٰ مذہب کا سلیقہ ضروری سمجھا گیا ہے۔ کیا خدمت اسلام ہی میں ضعیف
اور نکتی شے ہے کہ ہر گس و ناگس اس کے قائم ہونے کا معنی نہ سکے
اور میر پر چھوکر جیسا اس کی سمجھ میں ہر دوسے اسلام کی حقیقت بیان کر دیا
کرے؟ خدمت اسلام بڑا مشکل اور سخت جرابی کا کام ہے۔ اور جو شخص
اس خدمت کا بڑا اٹھائے۔ ضرور ہے کہ وہ علوم حکمیہ جدیدہ میں عمدہ تالیفیت
رکھتا ہو + دستبر

نیز

اس حد تک ضعیف ہو گیا ہے اور میں نے اپنے تئیں اس مشابہ کے
تیار کرنے پر تیار پایا۔ کیونکہ ان لوگوں کو فضیلت کرنا میرے لئے پانی
پینے سے بھی زیادہ آسان تھا۔ کیا وجہ کہ میں نے ان کے علوم اپنے ضعیف
و غلط و اہل تعلیم و علماء خطاب یا تو سب کے علوم کو نہایت غور
سے دیکھا تھا۔ پس میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ ایک کام
اس وقت کے لئے معین اور مفید ہے۔ پس یہ غلوت اور غلوں اختیار
کرنا تیرے کیا کام آئیگا۔ مرض عام ہو گیا ہے۔ اور طیب بیمار ہو گئے
ہیں اور خلعت پاک کو پہنچ گئی ہے۔ پھر میں نے اپنے دل میں
تیار کر لیا اس تاریکی کے کشافات اور اس خلعت کے مقابلہ پر کس طرح
قادر ہوگا کہ یہ زمانہ زمانہ جمالت ہے اور یہ دور دور باطل ہے اور اگر
تو لوگوں کو ان کے طریقوں سے ہٹا کر جانب حق بلانے میں مشغول
ہوگا۔ تو سب اہل زمانہ مل کر تیرے دشمن رہ جائیں گے اور تو کس طرح
ان سے عہدہ برا ہوگا۔ اور ان کے ساتھ تیرا گزارہ کیسے ہوگا۔ یہ امور
نہایت مساعد اور نہایت دیندار سلطان کے سوا اور کسی طرح پورے نہیں
ہو سکتے۔ پس میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ اجازت طلب کی۔ کہ غلوت پر
میری مداخلت رہے۔ اور میں نے عذر کیا کہ میں بنیاد و دل۔ انکار
سلطان وقت کا حکم حق سے عاجز ہوں۔ پس تقدیر اتنی یوں ہوئی کہ
علم صاحب کے نام سلطان وقت کے دل میں خود ایک تحریک پیدا
ہوئی۔ جس کا باعث کوئی امر خارجی نہ تھا۔ پس حکم سلطان صادر ہوا

کہ تم فوراٰ نیشاپور جاؤ اور اس پر امتحانی کا علاج کرو۔ اس حکم میں
استبدار نکاید کی گئی کہ اگر میں اسکے برخلاف امر کرتا تو سخت گیری کیجاتی پس
میرنے دل میں خیال کیا کہ اب باعثِ خست عورت ضعیف ہو گیا ہے۔ پس
تجھ کو یہ واجب نہیں کہ اب تو محض بوجہ کابلی و اکرم طبعی و عجب عورت ذاتی
و بایں خیال کہ ایذا غفلت سے نفس محفوظ رہے بدستور گشتِ نشین بنا رہے اور
اپنے نفس کو غفلت کی آبیہ کی سختی برداشت کرنے کی اجازت نہ دے۔ حالانکہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **اللّٰهُمَّ اِنِّیْ یَعُوْذُ بِکَ مِنْ کُلِّ بَلْوَةٍ اَنْتَ یُعْزِلُهَا عَنْکَ وَ هُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ** وَلَقَدْ کَتَبْنَا الْاٰیٰتِیْنَ مِنْ کِتٰبِ الْوَحْیِ الْاَوَّلِ اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول
خیر البشر کو فرماتا ہے **وَلَقَدْ کَتَبْنَا مِنْکَ مِنْ کِتٰبِکَ فَصَبِّرْ عَلٰی مَا کُنَّا یُؤْتِیْ**
وَاُوْذُوْا عَنَّا اِنَّا هُمْ نَصْرُکَ وَلَا مَبْدِلَ بَیْکَ اَیَّاتِ اللّٰهِ وَلَقَدْ جَاءَتْکَ
مِنْ نَّبِیٍّ وَّالْمُرْسَلِیْنَ پھر فرماتا ہے **یٰسَیِّدُ الْقُرْاٰنِ اَحْکِمْهُ اِلٰی قَوْلِهِ اِنَّا**
شَاقِقِیْنَ مِنْ اَمْرِ الْاَوَّلِ + اس باب میں میں نے بہت سے اربابِ قلوب و
مشاہدات سے مشورہ کیا۔ پس سب نے اس ارشاد پر اتفاق رائے ظاہر کیا کہ عورت
نرک کرنا اور گشتہ سے نکلنا مناسب ہے۔ اسکی تائید بعض صاحبین کے اقوال کرتے ہیں
نوابوں سے بھی ہوئی۔ جن سے اس بات کی شہادت ملی کہ اس حرکت کا
بدوہ خیر و ہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس صدی کے اختتام پر مقرر کیا ہے
اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو ہر ایک صدی کے آخر میں زندہ کرنے کا وعدہ
علمِ صواب ہی عند اللہ **فرمایا ہے۔** پس ان شہادت سے امید مستحکم ہوئی۔ اور
میں نیشاپور پہنچے **حن عن غالب** ہوا۔ اور ماہ ذی القعدہ ۱۲۳۲ ہجری میں

اللہ تعالیٰ آسانی سے نیشاپور کی طرف لے گیا۔ کہ وہاں اس کام کی انجام
دہی کے لئے قیام کیا جاوے اور ہندوؤں سے مشینہ جبری میں نکلنا ہوا
تھا۔ اور گوشہ نشینی قریب گیارہ سال کے رہی۔ اور نیشاپور میں جانا ارشاد
لئے تقدیر میں لکھا تھا۔ ورنہ جسطح ہندوؤں سے نکلنے اور وہاں کچے حالات
سے منسلک ہوئی کبھی دل میں امکان بھی نہیں گذرا تھا۔ بسطیح نیشاپور
کو جانا بھی منہ بوجہ حجابِ تقدیرات آئی تھا جسکا کبھی دم نہ خیال بھی
دل میں نہیں آیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ دلوں کو اور احوال کو بہانے والا
ہے۔ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان
ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگرچہ میں نے شہادتِ قلم کی طرف رجوع
کیا لیکن اصل میں یہ رجوع نہیں تھا۔ کیونکہ رجوع کتنے ہیں حالت
سابق کی طرف عود کرنے کو اور میں نادر سابق میں ایسے علم کی تعلیم جیتا
تھا جس سے دنیاوی عورت و جاہ حاصل ہو اور خود اپنے قول طریقِ عمل
سے لوگوں کو عورت و دنیاوی کی طرف بلاتا تھا۔ اور اُس وقت میرا ارادہ اور
نیت بجز اس کے اندر کچھ نہیں تھا۔ لیکن اب میں اُس علم کی طرف
بلاتا ہوں جس کے لئے عورت و جاہ دنیاوی کو ترک کرنا پڑتا ہے اور جسکی
وجہ سے رتبہ و منزلت کا ساتھ ہونا مشہور ہے۔ پس فی الحال میرا ارادہ
اور نیت اور آرزو بجز اس کے اندر کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ میری نیت سے
آگاہ ہے۔ میری یہ خواہش ہے کہ اپنی اور نیز افراد کی اصلاح کو
حکام نہیں کہ میں اپنی مراد کو پہنچوں یا اپنے مقصد میں ناکام رہوں۔

لیکن ایان یقینی اور شاہد لئے مجھ کو یہ یقین دلایا ہے کہ سوائے اللہ
بزرگ کے جوہر اور قوت کسی کو حاصل نہیں ہے۔ برکت سیری جانب سے
نہ تھی۔ بلکہ اسی کی جانب سے تھی۔ اس میں نے خود کچھ نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ
کیا۔ اُسے ہی مجھ سے لکھا۔ پس بشارت سے یہ دُعا ہے۔ کہ وہ اول نور نیکو
صالح بنائے۔ پھر میرے حسب آرزوئی کو صالح بنائے۔ اور بصلو جلافت
بشخص اور پھر میرے حسب آرزوئی کو ہدایت بخشنے۔ اور نیکو موی سعادت سے
کہ حق حق نظر آئے۔ اور مجھ کو۔ اسکی پیروی کی توفیق عطا کرے۔ اور باطل
جہن نظر آئے۔ اور مجھ کو اس سے اعتقاد کی توفیق عطا کرے +

اب ہم اُن اسباب ضعیف ایان کا جو قبل انہیں بیان ہوئے پھر ذکر
تو ذکر اسباب نور کرتے ہیں۔ اور اُن لوگوں کی ہدایت اور ہلاکت سے
اعتقاد نہ لگا علاج نجات کا طریق بھی بتلاتے ہیں +

جن لوگوں نے اہل تعلیم کی سنی سنائی باتوں کے سبب حیرت کا دعویٰ
کیا ہے۔ اسکا علاج تو یہی ہے۔ جو ہم کتاب قطاس مشیقہ میں بیان کر
چکے ہیں۔ اس سال میں اُس کا ذکر کر کے طول نہیں دینا چاہتے +

اور جو اہل اباحت شبہ اور اداہم پیش کرتے ہیں اُن کو سمجھنے سات
اقسام میں محصور کیا ہے۔ اور اُن کی تفصیل کتاب کیمیائے سواوت
لے جل کرنے کے اہل باعتہ لازمیت و پرورد۔ اول بخوانے قالی ایان نہادہ و حوالہ کار
بملیت و دہم کردن۔ پناشد کہ اس عالم عجیب و پیتر مکت و ترتیب نہ خود پیدا آہ۔ یا خود
بیش پرورد اصل طبیعت است و دل ایشان چوں کہ است کہ شے نیکو پرورد و پندار

میں بیان کی گئی ہے +

اور نہ خود پیدا آہ۔ یا خود بختیہ کاندہ و عالم و مرید و کسبہ ایان نہ ہیں۔ نہ پرورد انماہ
نجات بخورد + دوم بختیہ بخوندہ و پناشد کہ آدمی چوں نجات کہ چوں پرورد
شود۔ و سبب میں اصل است بنش خود کہ ادبیت و پرورد فیروزہ ستم بخدا تعالیٰ
انوت ایان اندہ ایمانے ضعیف و لیکن گردید کہ خدا عود و میل بجاہت انا پند
عاجبت و از سمیت اچہ پنج۔ اور میں جاہل است بشریت کہ سے پندار کہ
سنی شریعت است کہ کار جائے خداے بیکہ کہ نہ جائے خود۔ میں بجاہت کہ بجائے
پرورد بخند و گوید کہ طیب را آنچه کہ من تان او ہم باہم۔ میں سنی راست است
ولیکن او پاک شود + چہاں گفتند کہ شرع مغیرہ کہ دل زشت و دشمن و پاک گردید
دایم سخن سمیت کہ آدمی را این آفریدہ اند۔ پس مشغول شدن میں عجبہ حال بود۔ و
میں امکان نداشتند کہ شرع میں نفوذ۔ بلکہ زبہ است کہ خشم و شہوت را سبب کہید
کہ خود عقل و شریعت را بکار دارد۔ حق تعالیٰ فرمود است و الا کاغذین المینا ثنا گفت
بر کسی کہ خشم خود پرورد نہ کرید کہ او انشم پرورد پند گردید کہ خدا چیم بہت ہر منت کہ خیم برا
جنت کند و خداوند کہ ہم شریعت اختیار است و ششم بخود عود شود و گردید کہ بجائے جلا
کسمیت اما زبان خداوند آفریدہ میں ایان فوق مرید انیا نیت و ایشان سبب خطا
میکرند سبب + و ہر ششم زشتیہ خیرہ از اہل دین ایشان گروہ باشد کہ
شہادت گذشتہ بچ نشانیہ باشد۔ ولیکن گروہ را بنہند کہ ایشان براہ باہت
پرورد۔ ایشان را آن نیز خوش آید کہ در طبع ہلاکت و شہوت غالب بود
میلو ایشان بشہیرہ باشد نہ سمیت۔ (انتخاب از کیمیائے سعادت)

جن لوگوں نے طریق فلسفہ سے اپنا ایمان بگاڑ لیا ہے جسے کہ نہرت کے بھی منکر ہو بیٹھے ہیں ان کے لئے ہم حقیقت نہرت بیان کر چکے ہیں اور وجود نہرت یقینی طور پر دلیل وجود خواص ابدیہ و نجوم وغیرہ بتا چکے ہیں۔ اور اسی واسطے ہم نے اس مقدمہ کو پہلے ذکر کر دیا ہے۔ ہم نے وجود نہرت کی دلیل خواص طب و نجوم سے اسی واسطے ذکر کی ہے۔ کہ یہ خود ان کے علوم ہیں۔ اور ہم ہر فن کے عالم کے لئے منہم کا ہر خواص طب کا۔ علم طبی کا ہر یا محروم طباسات کا۔ اسی کے علم سے برہان نہرت لیا کرتے ہیں +

اب ہم یہ وہ لوگ جو زبان سے نہرت کے انکاری ہیں اور شریعت کو حکمت کے مطابق بنانا چاہتے ہیں۔ سو وہ درحقیقت نہرت سے منکر ہیں۔ اور وہ ایسے حکیم پر ایمان لائے ہیں جس کے لئے ایک طالع نجومی ہے۔ اور جو اس بات کا متقنی ہے کہ اس حکیم کی پیروی کیجئے۔ اور نہرت کی نسبت ایسا ایمان رکھنا صحیح ہے۔ بلکہ ایمان نہرت یہ ہے کہ ان نعمت ہر ایک بات کا اتوار کیا جائے کہ سوائے عقل کے ایک اور حالت مشابہ + بھی ثابت ہے جس میں ایسی نظر مائل ہوتی ہے جسے خاص باتوں کا ادراک ہوتا ہے۔ اور عقل ہاں سے کساد ہوتی ہے جیسے صیانت رنگ سے کان۔ اور آواز سننے سے آنکھ سادہ اور عقل کے ادراک سے سب خواص معزول رہتے ہیں۔ اگر وہ لوگ اس کو جائز نہ سمجھیں تو ہم اس کے امکان بلکہ اس کے وجود پر دلیل قائم کر چکے ہیں۔ اور

اگر اس کو جائز سمجھیں تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہاں بہت سی ایسی اشیاء بھی ہیں جن کو خواص کہا جاتا ہے۔ اور جن پر عقل کو اس قدر بھی تعارف حاصل نہیں۔ کہ ان کے اس پاس خدا بھی پہنچ سکے۔ بلکہ عقل ان امور کو محسوس نہ لگتی ہے اور ان کے عمل ہونے کا حکم دیتی ہے مثلاً ایک طاغوت انبیوں۔ نہر قائل ہے۔ کیونکہ وہ افراط بہوت سے خون کو عروق میں نہد کر دیتی ہے۔ اور جو علم طبی کا مدعی ہوگا۔ وہ یہ سمجھے گا کہ ملکات سے جو چیزیں تہرید پیدا کلتی ہیں وہ بوجہ عنصر پانی اور مٹی کے تہرید پیدا کلتی ہیں۔ کیونکہ یہی دو عنصر بار ہیں۔ لیکن یہ معلوم ہے۔ کہ سیروں پانی اور مٹی کی اس قدر تہرید نہیں ہو سکتی۔ پس اگر کسی عالم طبی کو انبیوں کا نہر قائل ہونا بتلایا جاوے اور وہ اس کے تجربہ میں نہ آئی ہو تو وہ اس کو محال کہے گا۔ اور اس کے محال ہونے پر یہ دلیل قائم کرے گا۔ کہ انبیوں میں مادی اور برائی اجزاء ہوتے ہیں۔ اور برائی اور مادی اجزاء انبیوں کی سماعت نیاہ نہیں کرتے اور اس حالت میں سمجھ اجزاء پانی اور مٹی فرض کر لینے سے اس کی ایسی مغلطہ تہرید ثابت نہیں ہوتی تو اس کے ساتھ اجزاء حارہ ہوا و آگ مل جانے سے اس حد تک تہرید کیونکر ثابت ہو سکتی ہے۔ اس کو وہ شخص یقینی دلیل سمجھے گا۔ اور اکثر دلیل فلسفہ و باب طبیات و آئیات اسی قسم کے خیالات پر مبنی ہیں۔ وہ اشیاء کی وہی حقیقت سمجھتے ہیں جو عقل یا وجود میں پڑتے ہیں۔ اور جن کو سمجھ نہیں سکتے۔ یا جس کو موجود نہیں دیکھتے۔ اس کو محال ٹھہراتے

ہیں۔ اور اگر لوگوں میں بھی خواہیں سادہ اور مالوف نہ ہوتیں اور کوئی دھڑ
 کرتے تو لا یہ کہتا کہ میں ہمت تعقل حواس مرغیب جانیت ہوں تو
 ایک اندیشہ **اشغال** اس کی بات کو ایسے عقل پرستے غافلے ہرگز نہ مانتے۔ اور
 اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ آیا دنیا میں کوئی ایسی شے ہو سکتی ہے کہ وہ
 خود کو ایک دانہ کے برابر ہو اور پھر اس کو ایک شہر پر رکھیں۔
 تو وہ اس تمام شہر کو کھا جاوے اور پھر اپنے تئیں بھی کھا جاوے اور
 نہ شہر باقی رہے نہ شہر کی کوئی چیز باقی رہے اور نہ وہ خود باقی رہے
 تو کہے گا کہ یہ امر محال اندیشہ و خرافات کے ہے حالانکہ یہ آگ کی لٹ
 ہے۔ جس نے آگ کو نہ دیکھا ہوگا وہ اس بات کو سن کر اس سے انکار
 کرے گا۔ اور اکثر عجائبات اُردی کا انکار اسی قسم سے ہے۔ پس ہم
 اس فلسفہ کو جو اوضاع شرعیہ پر مستتر ہے کہیں گے کہ جیسا تو لایا
 ہو کہ ایمان میں بظلمات عقل و جو خاصیت تہذیب کا قائل ہو گیا ہے تو یہ
 محض ممکن نہیں کہ موضوع مشہور میں وہ باب معانیات و تصنیف قلوب
 ایسے خواص ہوں جن کا حکم عقلیہ ہے اور نہ ہو سکے۔ بلکہ ان کو جو
 قدر تہذیب کے اند کوئی آنکھ نہ دیکھ سکے۔ بلکہ لوگوں نے ایسے خواص کا تصور
 کیا ہے جو اس سے بھی عجیب تر ہیں۔ چنانچہ انھوں نے اپنی کتابوں میں
 اس بات کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہی مراد اس جگہ ان خواص عجیبہ سے
 ہے جو وہ باب معانی حال بصورت عسر و دلت محبوب میں مبنی ایک تہذیب
 ۱۴۹ نمبر غار کتاب پر تعلیم ہے ۱۴۹

وہ پاپہ جات اب کرسیہ پر گھسا جاتا ہے۔ اور حال اپنی انکھ سے ان
 توفیل کو دیکھتی جیتی ہے۔ اور ان کو اپنے قدروں کے نیچے رکھ لیتی ہے
 پس بچہ فنا پیدا ہو جاتا ہے۔ اس بات کے امکان کا ان لوگوں نے
 انداز کیا ہے۔ اور اس کا ذکر کتاب عجایب الخواص میں کیا ہے۔ تہذیب
 مذکورہ ایک شکل ہے جس میں تو فنا ہوتے ہیں۔ اور ان میں کچھ شے
 خاص رکھے جاتے ہیں۔ اس شکل کے ہر سطح کا مجموعہ ہر جہاں ہے خواہ
 اس کو ملول میں شمار کر دیا عرض میں یا ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ
 تک قیوب ہے اس شخص پر جو اس بات کو تو تصدیق کرے۔ لیکن
 اس کی مثل میں اتنی بات نہ سیکے کہ نواز فیہ کی دورکت اور طہر کر
 چد رکت۔ اور غریب کی تین رکت نمود ہوتا ہو۔ ایسے خواص کے ہے
 مکان انکم شری کی برنظر طرے سے نہیں سوچ سکتے۔ اور ان کا سبب
 دفعہ دیگر یک مثال کے اختلاف اوقات مذکورہ ہے۔ اور ان خواص کا اور
 اکثر نہ نیت سے ہوتا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اگر ہم اسی عیادت
 اہل کر عبارت تعجب میں بیان کریں تو یہ لوگ اس امر اختلاف اوقات
 مذکورہ کو خود سمجھ لیں گے۔ سو ہم کہتے ہیں کہ اگر شمس وسط سما میں
 ہو یا طلوع میں۔ یا غروب میں۔ تو کیا ان اختلافات سے حکم طالع میں
 اختلاف نہیں ہو جاتا۔ چنانچہ اسی اختلاف شمس پر ناچوں۔ عربوں اور
 وفات متحرکہ کے اختلاف کی بنا کی گئی ہے۔ لیکن زوال شمس کے فی
 وسط السماء ہونے میں یا مغرب اور شمس کے فی القباب ہونے میں کچھ

وقت نہیں ہے۔ پس اس امر کی تصدیق کی مجھ اس کے اندر کیا سبیل
 ہے۔ کہ اس کو عبادت ختم سنا ہے جس کے کذب کا غالباً سو مرتبہ
 تہذیب ہوا ہوگا۔ مگر باوجود اس کے تو اس کی تصدیق کئے جاتا ہے۔
 جسے کہ اگر ختم کسی کو دیکھو کہ اگر شمس وسط سما میں ہو اور فلاں
 آگاہ اس کی طرف ناظر ہو اور فلاں بیچ طالع ہو اور اس وقت میں تو
 کوئی نہیں چہرہ پہننے۔ تو تو ضرور اسی لباس میں قتل ہوگا تو وہ شخص
 بزرگ اس وقت میں وہ لباس نہیں پہننے کا۔ اور بعض اوقات شدت
 دلی سردی برداشت کرنے کا۔ حالانکہ یہ بت اس نے ایسے خیم سے شنی
 ہوگی جس کا کذب بارہ معلوم ہو چکا ہے۔ کاش مجھ کو یہ مسلم ہو کہ
 جس شخص کے قتل میں ان عجائبات کے قبول کرنے کی محتاجی ہو اور
 جو نامہ ہر اس امر کا اعتراک کرے کہ یہ ایسے نہیں ہیں جکی حضرت
 انبیاء کو بلکہ مجرورہ حامل ہوئی ہے۔ وہ شخص اس قسم کے امور کا ایسی
 حالت میں کس طرح اعتقاد کر سکتا ہے کہ اس نے یہ امر ایسے نبی سے سنے
 ہوں جو غیر صادق ہو۔ اور سید باطنیوں پر اور کبھی اس کا کذب نہ
 سنا گیا ہو۔ اور جب تو اس بات میں خود کرکچ کر اعداد و کلمات اور
 سی جمار و عدد اور کلام ج و تمام دیگر عبادات شرعی میں ان خواص
 کا ہوا ممکن ہے تو مجھ کو بہن خواص اور خواص ادویہ و نجوم میں چکر
 کوئی فرق مسلم نہ ہوگا۔ لیکن اگر مسترض یہ کہے کہ میں نے کسی قد نجوم
 اور کسی قد طب کا جو تجربہ کیا تو تو علم کا ایسی قد صحتہ صحیح پایا

ہی اسی طرح پر اس کی سچائی میرے دل میں بیٹھ گئی اور میرے دل
 سے اس کا استبعاد اور نفرت دور ہو گئی۔ لیکن نسبت خواص نجوم
 میں نے کوئی تجربہ نہیں کیا۔ پس اگرچہ میں اس کے امکان کا مقرر
 ہوں۔ مگر اس کے مورد و تحقیق کا علم کس قدر ہے۔ حاصل ہو چکا ہے۔
 ہر سال مشقت کی قرآن کے جواب میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تو اپنے
 بد تجربہ ذوق پر سچے تحریرات ذوق کی تصدیق پر ہی اقتصار نہیں کیا بلکہ
 کہل اہل مغیرہ کے اقوال بھی سنے ہیں۔ اور ان کی پیروی کی ہے۔ یہی
 تجربہ کو چاہئے کہ اقوال اولیاء کو بھی سننے کے مقصود سے تمام مامور رہے
 ٹری میں بذریعہ تجربہ مشاہدہ حق کیا ہے۔ پس اگر تو ان کے طریق پر
 چلتا تو جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس میں سے بعض امور کا اور کچھ
 مذکور مشاہدہ تجربہ کو بھی ہوا ہوتا۔ لیکن اگر تجھ کو تجربہ ذوق نہ ہو تو یہی
 نبی عقل تلافی یہ حکم دیگی کہ تصدیق و اتباع واجب ہے۔ کیونکہ فرض کر دو
 ایک پنج و عقل شخص جس کو کبھی کوئی مرض لاحق نہیں ہوا۔ اتفاقاً
 مرض ہو گیا اور اس کا والد شفق طبیب حادث ہے۔ اور اس شخص سے
 جسے ہر شہ سال تیسے دو پانچ والد کے حوی علم طب کی خبر سنا رہا
 ہے۔ پس اس کے والد نے اس کے لئے ایک دوا دی۔ مومن بنالی اور
 لاکر یہ دوا تیسے مرض کے لئے سفید ہوئی۔ اور اس بیماری سے کچھ بہتر
 لگتا دیکھ لی۔ تو بتاؤ کہ ایسی حالت میں گو وہ دوا تلخ اور بد مزہ ہو
 اور اس کی قتل کیا حکم دے گی۔ کیا یہ حکم دیگی کہ وہ اس دوا کو کھائے

یا کہ جس کی محاکمہ کرے اور یہ کہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اس کا اور حصول شفا میں کیا مناسبت ہے اور سمجھ کو اس کا تجویز نہیں تھا۔ کچھ خشک نصیحتیں کہ لکاردہ ایسا کرے تو تو اس کو حق سمجھے گا۔ اعلیٰ بالقیاس انبیب بعید۔ میرے توقف کی وجہ سے سمجھ کو حق سمجھنے دیں۔

پس اگر عجمی کر لیتے خشک سمجھ کو یہ کہیں طبع معلوم ہو کہ نبی علیہ السلام ہمارے قائل پر شفقت فرماتے تھے اور اس علم رب سے واقف تھے۔ تو اس کا لازم یہ جواب دیتے ہیں کہ سمجھ کو یہ کہیں طبع معلوم ہوا ہے کہ نیرایا سمجھ پر شفقت دیکھا ہے۔ یہ امر محسوس نہیں لیکن سمجھ کو اپنے باب کے قرآن احوال و شواہد اعمال سے جو وہ اپنے مختلف افعال و برتاؤ میں ظاہر کرتا ہے یہ امر ایسے یقینی طور پر معلوم ہوا ہے کہ سمجھ کو اس میں فدا خشک نہیں ہے۔ ایسی طرح پر جس شخص نے اقوال و افعال معلوم پر اور ان احادیث پر نظر کی ہوگی جو اس باب میں وارد ہیں کہ جب جلیت حق میں کیسی تکلیف اٹھاتے تھے۔ اور لوگوں کو درستی اخلاق و اصلاح معاشرت اور ہر ایک ایسے امر کی طرف جس سے اصلاح دین و دنیا مستقر ہو بلکہ ان کے حق میں کس کس قسم کی لطف و مہربانی فرماتے تھے۔ کہ اس کو اس بات کا علم یقینی حاصل ہو جائیگا کہ ان کی شفقت اپنی امت کے حال پر اس شفقت سے بدرجہا زیادہ تھی جو والدہ کو اپنے بچے کے حال پر ہوتی ہے۔ اور حب وہ ان عجایب

فعل پر جو ان سے ظاہر ہوئے اور ان عجائبات غیبی پر جن کی خبر نبی کریم علیہ السلام سے قرآن مجید و احادیث میں دی گئی۔ اور ان امور پر جو بطور آثار قرب قیامت بیان فرمائے گئے۔ اور جن کا تصور عین حب ضروری بنایا ہوتا ہے خود کرے گا۔ تو اس کو یہ علم یقینی حاصل ہوگا کہ وہ ایک ایسی حالت پر پہنچے ہوئے تھے جو باقوں افضل تھی۔ اور ان کو خدا نے وہ آکھیں عطا فرمائی تھیں۔ جن سے ان امور غیبی کا جس کو بجز خدا باگواہی کسی کے آواز کوئی اورک نہیں کر سکتا۔ اور ایسے امور کا جن کا ادراک عقل سے نہیں ہو سکتا انکشاف ہوتا ہے۔ پس یہ طریق ہے صداقت نبی علیہ السلام کے علم یقینی حاصل کرنے کا۔ سمجھ کو سمجھ کرنا اور قرآن مجید کو غور سے پڑھنا اور احادیث کا مطالعہ کرنا لازم ہے۔ کہ اس طریق سے تو امور سمجھ پر مایاں ہو جائیں گے +

اس قدر تنبیہ فلسفہ پسند اشخاص کے لئے کافی ہے۔ اس کا ذکر ہم نے اس سبب سے کیا ہے۔ کہ اس ناز میں اس کی سخت حاجت ہے +
رہا سبب ہجرام۔ یعنی صنف ایمان ہجرہ بد اخلاق۔ سو اس مرض کا صنف ایمان ہجرہ بد اخلاق علاج تین طور سے ہو سکتا ہے +

۱۔ علاج اول۔ یہ کہنا چاہئے کہ جس عالم کی نسبت تیرا یہ لکھا ہے۔ کہ وہ مال حرام کھاتا ہے۔ اس عالم کا مال حرام کی حرت سے واقف ہونا ایسا ہے جیسا تیرا حرت شراب و سود بکر حرت غیبیت و کدہ و چغل خوری سے واقف ہونا۔ کہ تو جس حرت سے واقف ہے۔ لیکن

بازو اس علم کے تو ان محرمات کا ترک ہو جاتا ہے۔ لیکن نہ اس وجہ سے کہ حجہ کو ان امور کے داخل حرامی ہونے کا ایمان نہیں ہے۔ بلکہ وجہ شہوت کے جو حجہ پر غالب ہے۔ پس اُس کی شہوت کا حال بھی جبری شہوت کا سا حال ہے۔ جس طرح شہوت کا حجہ پر غالب ہے اس طرح اُس پر ہے۔ پس اُس عالم کا ان مسائل سے نیاہ جانا جس کی وجہ سے وہ حجہ سے متبرک ہے اس بات کا موجب نہیں ہو سکتا کہ ایک گناہ خاص سے وہ مُکھا رہے۔ بہت سے اشخاص ایسے ہیں جو علم طب پر یقین رکھتے ہیں لیکن اُن سے بلا کھانے میوہ اور پینے سوز پانی کے صبر نہیں ہو سکتا۔ گو طب نے ان چیزوں کے استعمال کرنے سے منع کیا ہو۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس پر پھیزی میں کوئی ضرر نہیں۔ یا یقین نسبت طبیب صحیح نہیں ہے۔ پس لغزش علماء کو اسی طرح پر سمجھنا چاہئے +

درجہ ۴۔ عام شخص کو یہ کہو کہ حجہ کو یہ سمجھنا واجب ہے کہ عالم نے اپنا علم ہم آفرین کے لئے بطور ذوق و محبت کیا ہوا ہے۔ اور وہ یہ گمان کرتا ہے۔ کہ اُس علم سے میری نجات ہو جائیگی۔ اور وہ علم میری شفا کرتا ہے۔ پس وہ جو یہ فضیلت علم خود اپنے اعمال میں شامل کرتا ہے۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ علم اُس عالم پر نیا دتی حجت کا باعث ہو اور وہ یہ ممکن سمجھتا ہے کہ وہ علم اُس کے لئے نیا دتی وجہ کا باعث ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ پس اگر عالم نے عمل ترک کیا ہے تو

جو علم کے کیا ہے۔ سنی اسے جاہل شخص اگر تو نے اُس کو دیکھ کر مل ترک کیا ہے۔ اور تو علم سے بے بہو ہے تو یہ سبب اپنی باطلیوں کے پاک ہو جائیگا۔ اور کوئی تیری شفاعت کرنے والا نہ ہوگا +

درجہ ۵۔ علاج حقیقی۔ عالم حقیقی سے کبھی کوئی نصیحت بجز اس کے کہ بطریق لغزش ہو ظاہر نہیں ہوتی۔ اور نہ کبھی حاسنی پر اصرار کرتا ہے کیونکہ علم حقیقی وہ شے ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نصیحت زہر مہک ہے اور آخرت دنیا سے بہتر ہے اور جس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ تو وہ اچھی شے کو اگلے شے کے عوض نہیں بیچتا۔ مگر یہ علم ان اقسام صوم سے حاصل نہیں ہوتا جس کی تحصیل میں اکثر لوگ مشغول رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس علم کا نتیجہ بجز اس کے آذر کچھ نہیں کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نصیحت پر نیاہ۔ مجتہد ہو جاتی ہے۔ لیکن علم حقیقی ایسا علم ہے۔ کہ اُس کے پڑنے والے میں خشیت اللہ و خوف خدا نیاہ بڑھتا ہے۔ اور یہ خوف خدا مابین اُس عالم اور حاسنی کے بطور پردہ حائل ہو جاتا ہے۔ بجز اُن صورتوں لغزش کے جس سے فنان بمتقتضائے بشریت چلا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ اُمت ایمان پر ولایت نہیں کرتا۔ کیونکہ مومن وہی شخص ہے جس کی آفتاب ہو جاتی ہے اور جو توبہ کرنے والا ہے۔ اور یہ بات گناہ پر اصرار کرنے اور بدعت گناہ پر گر پڑنے سے بہت جلد ہے +

پس یہ وہ اسور ہیں جو ہم مذمت و تہنیت اور اُنگلی آفات
 [خاتمہ] و نیز اُن کے بیڈھٹکے اٹکار کرنے کی آفات کے باب میں بیان
 کرنا چاہتے تھے۔ ہم امتدِ نقالی سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ ہکو اُن سائیکین
 میں شامل کرے۔ جن کو اُس نے پسندیدہ و برگزیدہ کیا۔ اور جن کو
 راج حق دکھایا۔ اور ہدایت بخشی ہے۔ اور جن کے دلوں میں ایسا ذکر
 ڈالا ہے کہ وہ اُس کو کبھی نہیں بھولتے۔ اور جن کو شرارت نفس
 سے ایسا محفوظ کیا ہے۔ کہ اُن کو اُس کی ذات کے سوا کوئی شے نہیں
 بھاتی۔ اور اُنہوں نے اپنے نفس کے لئے اُسی کی ذات کو خالصتاً پسند
 کیا ہے۔ اور وہ بجز اُس کے اور کسی کو اپنا سہود نہیں سمجھتے۔ یہ نقطہ

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ